رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ۝ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي ۝ يَفْقَهُوا قَوْلِي ۝

مرثیہ

سوزخواں

سید محمدعلی نقوی برادران

0333-2226383

www.facebook.com/soazkhwanee

www.facebook.com/soazkhuan

April 19, 2023

برائے ایصالِ ثواب

علامہ رشید ترابی، علامہ طالب جوہری، علامہ ضمیر اختر نقوی، میر انیس، مرزا دبیر، سوزخواں حسن عابد جعفری، سوزخواں عظیم المحسن، مولانا محمد عون نقوی، مولانا غلام حسنین رضوی، علامہ عرفان حیدر عابدی، محسن نقوی شہید، سید الطاف حسین نقوی ابن امیر حسین، امام النساء بنت رحمت علی، تیغ علی رضوی ابن سیف علی رضوی، سید ابرار حسین نقوی ابن سید الطاف حسین نقوی، کنیز فاطمہ بنت سید تیغ علی رضوی، سیدہ نثار فاطمہ بنت سید ابرار حسین نقوی، نقی مہدی رضوی ابن طاہر حسین رضوی، سید طاہر حسین رضوی ابن ظفر حسین رضوی، سید اشفاق حسین نقوی ابن ابرار حسین نقوی، برکت حسین رضوی ابن محمد رضا رضوی، آفتاب حیدر زیدی ابن زاہد حسین زیدی، تہور علی ابن تیغ علی، حیدر اشرف، صفدر اشرف، اصغر اشرف ابن تہور علی، اشرف النساء، قمر النساء، اعجاز حسین ابن اقبال حسین، اقبال حسین ابن الطاف حسین، اختر عباس رضوی، سید ضیغم عباس رضوی، سید علمدار حسین زیدی، عذرہ بنت شاکر حسین، کلثوم بانو بنت تیغ علی، شہر بانو بنتِ تیغ علی، قمر النساء بنت الطاف حسین، سید آل نبی کاظمی ابن سید شمشاد علی کاظمی، بہار فاطمہ بنت زوار حسین، سیدہ شمیم فاطمہ بنت سید آلِ نبی کاظمی، سید آل احمد کاظمی ابن سید آل نبی کاظمی، بنی بنت کامدار خان، زاہدہ بنت مومن علی، ہاشمی بنت شمشاد علی، سید بشارت حسین بلگرامی، سیدہ انیس فاطمہ، وزارت حسین بلگرامی، بنی فاطمہ، سید زوار حسین ابن ضمیر الحسن، ساجدہ بانو بنت محمد عسکری، صادق حسین ابن مرتضیٰ حسین، زاہدہ بنت مومن علی، اختری بنت نثار حسین، بابو بھائی، سعید کاظمی، سید ابوالحسن بلگرامی، سیدہ شان فاطمہ، حسن باقر بلگرامی، مسلم بلگرامی، ابن حسن کربلائی، سید انتظار حسین جعفری، حاجی مطلوب حسین، امداد حیدر نقوی، سیدہ خاتون، سیدہ نایاب بانو، سید انصار حسین نقوی، سبطِ حسن کاظمی، نفیس فاطمہ، تسنیم کوثر، سید حسن حیدر کاظمی، الحاج ناصر عباس بنگش، حبیب رضی جعفری، قیصر حسین زیدی، نذر فاطمہ، حکیم مسلم عباس، حسن عسکری، طلعت فاطمہ و کل مومنین و مومنات ، جن و انس، محبان اہلبیتؑ و شیعان حیدر کرار

تاریخ وار مرثیوں کی ترتیب

یکم محرم	آمدِ کربلا، مدینے سے روانگی
۲ محرم	شہادت حضرت مسلم علیہ السلام و پسران
۳ محرم	شہادت اصحابِ حسین علیہ السلام
۴ محرم	شہادت حضرت عون و محمد علیہ السلام
۵ محرم	شہادت حضرت علی اکبر علیہ السلام
۶ محرم	شہادت حضرت علی اصغر علیہ السلام
۷ محرم	شہادت حضرت قاسم ابن حسن علیہ السلام
۸ محرم	شہادت حضرت عباس علمدار علیہ السلام
۹ محرم	رخصت امام حسین علیہ السلام
۱۰ محرم	شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام

جب کوچ کی شب قبرِ نبیؐ پر گئے شبیرؑ

رخصت کو مِعِ آلِ پیمبرؐ گئے شبیرؑ
قندیل جو روشن کی تو غش کر گئے شبیرؑ
زینبؑ نے یہ جانا کہ بس اب مر گئے شبیرؑ

تھی غش میں ندا ہم اسی حسرت سے مرینگے
اب روشنی اس قبر پہ کاہے کو کرینگے

پھر ہاتھ اٹھا کر یہ سوئے قبلہ سنایا
اس قبر کے صاحب کی قسم تجھ کو خدایا
وہ صبر مجھے دے جو کسی نے نہ ہو پایا
نانا کہیں اس نے میری امت کو بچایا

وہ حلم عطا کر تو حسینؑ ابنِ علیؑ کو
سب مجھ کو ستائیں نہ ستاؤں میں کسی کو

اے نانا کے روضے میرا گھر ہوتا ہے ویراں
اے قبر حسینؑ آج کی شب ہے تیرا مہماں
کل صبح میری آخری منزل کا ہے ساماں
کل رُوح میرے نانا کی ہووے گی پریشاں

اے قبر میں دُکھ پاؤنگا پردیس میں جاکر
تُو شق ہوتو نانا سے لپٹ جاؤں میں آکر

شبیرؑ نے سر شکر کے سجدے میں جھکایا
اور پہلوئے مرقد میں مصلے کو بچھایا
سوئے جو عبادت میں تو نانا نظر آیا
تا ناف انہیں قبر سے نکلا ہوا پایا

دیکھا کہ گلے ملنے کے ارمان بڑے ہیں
پھیلائے ہوئے ہاتھوں کو مرقد میں کھڑے ہیں

روضے میں پیمبرؐ کے تو یہ حشر تھا برپا
باہر سے بھی رونے کی صدا کچھ ہوئی پیدا
سیدانیاں چلائیں کہ یہ نوحہ ہے کس کا
باتوؑ نے کہا کوئی نہیں ہو تو ہو صغراؑ
روتی ہے وہی صاف میرے دل کو خبر ہے
وہ تپ میں ہے اور اسکے مسیحا کا سفر ہے

یہ کہتی تھی صغراؑ کہ ہوئے صبح کے آثار
عباسؑ سے شہؑ بولے کہ اسواری ہے تیار
اونٹوں پہ قرینے سے چڑھے عترتِ اطہار
زینبؑ رہے محمل میں سکینہؑ سے خبردار
چھوٹوں کے نگہباں رہیں جو سنِ میں بڑے ہیں
دروازے سے صغراؑ نے کہا ہم بھی کھڑے ہیں

شہؑ بولے یہاں کیوں وہ نہیں آتی ہے کیا۔
فضہؑ نے کہا روضے کا در بند کیا ہے
بیٹھی ہوئی دروازے پہ مشغول بکا ہے
اور قبرِ پیمبرؐ کیطرف کو یہ صدا ہے
اے نانا اٹھو قبر سے امداد کی خاطر
سب ملنے کو آئے ہیں میں فریاد کی خاطر

غش ہوگئے صغراؑ کے بیاں پر شہِ ذیشا ۔
روضے میں ہوا شور قیامت سے دوچنداں
صغراؑ نے بھی در کھولدیا ہوکے پریشاں
بابا کی بلائیں لیں کہا روکے میں قرباں
صدمہ تمہیں ہوتا ہے میں اب کچھ نہ کہونگی
لو ہوش میں آؤ میں مدینے میں رہونگی

گھر سے جب بہرِ سفر سیدِ عالم نکلے
سر جھکائے ہوئے بادیدۂ پُر نم نکلے
خویش و فرزند کمر باندھ کے باہم نکلے
روکے فرمایا کہ اس شہر سے اب ہم نکلے

رات سے گریۂ زہراؑ کی صدا آتی ہے
دیکھیں قسمت ہمیں کس دشت میں لیجاتی ہے

چین سے سب ہیں گھر و نمیں ہمیں ملتا نہیں چین
سخت آفت میں پھنسا آپ کا یہ نورالعین
ٹکڑے دل ہوتا ہے جب روکے حرم کرتے ہیں بین
ننھے بچوں کو بھلا لیکے کدھر جائے حسینؑ

شہر میں چین نہ جنگل میں اماں ملتی ہے
دیکھئے قبر مسافر کو کہاں ملتی ہے

رخ کیا شہ نے سوئے قبرِ شہنشاہِ انام
بہرِ تسلیم جھکے متصلِ بابِ سلام
اذن پاکر جو گئے قبر کے نزدیک امام
عرض کی آیا ہے آج آخری رخصت کو غلام

یہ مکاں ہم سے اب اے شاہِ زمن چھٹتا ہے
آج حضرت کے نواسے سے وطن چھٹتا ہے

یہ بیاں کرکے جو تعویز سے لپٹے سرورؑ
یوں لی قبر کہ تھرائی ضریحِ انور
آئی تربت سے یہ آوازِ حبیبِ داور
تیری غربت کے میں صدقے میرے مظلوم پسر

کوئی سمجھا نہ میری گود کا پالا تجھ کو
ہائے اعدا نے مدینے سے نکالا تجھکو

کئی دن سے تیری مادر کو نہیں قبر میں چین
آئی تھی شب کو میرے پاس یہ کرتی ہوئی بین
گھر میرا لُٹتا ہے فریاد رسول الثقلینؐ
صبح کو اپنا وطن چھوڑ کے جاتا ہے حسینؑ

کہنے آئی ہوں کہ منہ قبر سے موڑونگی میں
اپنے بچے کو اکیلا تو نہ چھوڑونگی میں

ماں کی تربت پہ گئے شاہ بچشمِ خونبار
اتری محمل سے بصد آہ و فغاں زینبؑ زار
دوڑ کر قبر سے لپٹے جو امامِ ابرار
ہاتھ زہراؑ کے لحد سے نکل آئے ایکبار

آئی آواز نہ رو دل کو قلق ہوتا ہے
قبر ہلتی ہے کلیجہ میرا شق ہوتا ہے

سن کے یہ شہ نے کیا آخری رخصت کا سلام
نکلے روتے ہوئے اُس روضہء انور سے امام
شہؑ سے اسدم یہ کیا رو رو کے زینبؑ نے کلام
قبر پہ ماں کی مجھے لیچلو یا شاہِ انام

لوگ ہمراہ ہیں محمل میں کیونکر روؤں
ماں کی تربت سے پھر ایک بار لپٹ کر روؤں

تھی عجب طرح کی اسوقت قیامت برپا
گردنِ شاہ میں تھے دستِ جنابِ زہراؑ
اور بصد درد یہی قبر سے آتی تھی صدا
اے میرے بیکس و مظلوم یہ ماں تجھ پہ فدا

تڑپے صدمے سے نہ کیوں روح ہماری بیٹا
چھوڑتے ہو میری تربت کو میں واری بیٹا

اب بلاؤ میرا عباسؑ دلاور ہے کدھر
وہ فدا ہے میرے بچے پہ میں صدقے اسپر
شکمِ غیر سے ہے پر ہے وہ میرا ہی پسر
یہ صدا سن کے برادر کو پکارے سروؑ
ابھی رہوار کو آگے نہ بڑھاؤ بھائی
یاد فرماتی ہیں اماں ادھر آؤ بھائی

یہ دن وہ ہیں کہ مدینہ نبیؐ کا ویراں ہے
سفر میں شاہ ہیں صغراؑ وطن میں گریاں ہے
غبار اڑتا ہے لُو چلتی ہے بیاباں ہے
اجل کا ہاتھ ہے شبیرؑ کا گریباں ہے

بتولؑ نکلی ہیں مرقد سے خاک اڑانے کو
حسینؑ جاتے ہیں امت کے بخشوانے کو

آ کے عباسؑ نے سر رکھدیا پائینِ مزار
آئی زہراؑ کی صدا میں تیری غربت کے نثار
دھیان بھائی کی حفاظت کا رہے اے دلدار
اپنے پیاروں کے برابر میں تجھے کرتی ہوں پیار
کوئی غربت میں اسے مارنہ ڈالے بیٹا
میرا شبیرؑ ہے اب تیرے حوالے بیٹا

غرض کہ قطع ہوئی جب منازلِ صحرا
وہاں ورود ہوا فاطمہؑ کے پیارے کا
کہ جس زمین پہ گھوڑا بھی ٹھہر کر نہ چلا
رفیق رونے لگے سب یہ ماجرا ہے کیا

فلک پہ فاطمہؑ کا شوروشین جا پہنچا
پکاری موت لحد پر حسینؑ آپہنچا

زمیں کا نام لگے پوچھنے امامِ انام
جو اور نام ہو اسکا تو کچھ کرو مذکور

قریب آکے زمینداروں نے کیا یہ کلام
وہ ہاتھ باندھ کے بولے ہے کربلا مشہور

اسے تو ماریہ کہتے ہیں سب خواص و عام
یہ نام سنتے ہی رونے لگے امامِ غیورؑ

چلے ہیں آپ کہاں اور کیا ہے آپکا نام
پکاری پردۂ محمل سے زینبؑ رنجور

حسینؑ بولے ہمیں بے دیار کہتے ہیں
یہ کیا سبب ہے جو کرتے ہو تم فغاں بھائی

جہاں چلا ہوں اسی کو مزار کہتے ہیں
مزارِ مسلمِ بیکس ہے کیا یہاں بھائی

کہا حسینؑ نے مسلمؑ کا یاں مزار کہاں
یہاں ہے مسلمِ بیکس کا ہی مزار اگر

پڑا ہے کوفے میں بے گور جسم خستہ جاں
بٹھاؤ اونٹ پڑھوں فاتحہ بھی میں روکر

یہ وہ زمیں ہے کہ روئینگی راتوں کو اماں
خدا ہی جانے کہ پھر آئیں یا نہ آئیں ادِہر

اسی مقام سے آیا تھا نوحؑ کا طوفاں
وگر نہ یاس میں مرجائیگی یہ خستہ جگر

نبیؐ کے پیاروں سے اس دشت کو بسائینگے
فلک نے قبر اخی کی ہمیں دکھائی ہے

یہیں رہینگے مدینے کو اب نہ جائینگے
یہاں محبتِ مسلمؑ ہی کھینچ لائی ہے

حضرت کو ہوا ماہِ محرم جو سفر میں

اک داغ پڑا اور بھی صغرؑا کے جگر میں
نانی سے کہا مرتی ہوں دوریء پدر میں
عاشور کی بھی عید نہ ہوگی میرے گھر میں

کیا جانتی تھی ایسے بچھڑ جائینگے بابا
وہ دن بھی کبھی ہوگا کہ پھر آئینگے بابا

پیدا ہوئے اصغرؑ تو پیامِ سفر آیا
افسوس کہ جھولا بھی نہیں میں نے جھلایا
جی بھر کے بھی بھیا کو نہ سینے سے لگایا
بچھڑے تو کبھی خواب میں بھی منہ نہ دکھایا

داخل شہِ دیںؑ اب بھی نہ گھر میں ہوئے نانی
اصغرؑ چھ مہینے کے سفر میں ہوئے نانی

کیوں نانی رجب تھا کہ سدھارے تھے سفر کو
پورے چھ مہینے ہوئے دوریء پدر کو
حج کرکے پھرے اہلِ وطن خیر سے گھر کو
پر قبلہ و کعبہ گئے کعبے سے کدھر کو

زہراؑ کا قمر سوئے مدینہ نہیں آیا
اس چاند کی رویت کا مہینہ نہیں آیا

نانی نے دلاسہ دیا لے لے کے بلائیں
واری گئی جیتے رہیں وہ چاہیں جب آئیں
پرزہ کوئی لکھ بھیجیں تمہیں گر نہ بلائیں
لُو چلتی ہے ان روزوں میں تشریف نہ لائیں

اغلب ہے کہ اس دھوپ میں آرام لیا ہو
اللہ کرے خیمہ ترائی میں کیا ہو

گرمی سے کنویں خشک ہوئے جاتی ہیں جانی
پوچھے کوئی پردیسیوں سے تشنہ دھانی
وہ بولی میں ڈرتی ہوں یہ کہتے ہوئے نانی
جھیلوں کا کہیں راہ میں سوکھا نہ ہو پانی

فاقے کو جو پوچھو تو یہ ارثِ شہِ دیں ہے
بابا کو میرے پیاس کی برداشت نہیں ہے

یاں گھر میں پریشان تھی شبیرؑ کی پیاری
جو ایک زنِ ہاشمیہ آکے پکاری
تم قبرِ پیمبرؐ پہ نہیں چلتیں میں واری
ابنِ حنفیہ کو غش آیا کئی باری

قندیلیں گری ہیں کہیں عمامے پڑے ہیں
سب قبر کو گھیرے ہوئے سر ننگے کھڑے ہیں

بابا پہ کٹے خیر سے یارب یہ مہینہ
پر غرّہ سے ہر وقت پھٹا جاتا ہے سینہ
بابا سے میرے کوفیوں کے دل میں ہے کینہ
حضرت سے لڑائی کا کہیں ہو نہ قرینہ

کوفے کی طرف سے جو ہوا آتی ہے نانی
سب کنبے کے رونے کی صدا آتی ہے نانی

صغراؑ نے کہا کیوں تو تڑپ کر یہ سنایا
طائر ابھی اک خون میں ڈوبا ہوا آیا
پر جھاڑے لہو قبرِ پیمبرؐ پہ گرایا
اور کھول کے منقار عجب شور مچایا

کیا جانئے کیا غم کی خبر اس نے کہی ہے
اب تک ترے نانا کی لحد کانپ رہی ہے

جب کوفیوں نے حضرتِ مسلمؑ سے دغا کی

جو وعدہ کیا ایک نے اُس پر نہ وفا کی
کی شرم خدا سے نہ محمدؐ سے حیا کی
مظلوم پہ بیکس پہ مسافر پہ جفا کی

پانی نہ دمِ مرگ دیا تشنہ دھن کو
کس ظلم سے ٹکڑے کیا آوارہ وطن کو

نرغہ ہوا اُس شہؑ کے ہراول پہ یکا یک
تلوار سے کٹ کر گرے لب ہائے مبارک
پہلو پہ لگیں برچھیاں اور چھاتی پہ ناوک
دنداں بھی شکستہ ہوئے پتھر چلے یاں تک

آلودہ تھی سب ریشِ مبارک جو لہو سے
چھاتی پہ ٹپکتا تھا لہو ہر بنِ منہ سے

جانے کی کہیں راہ نہ تھی بند تھے رستے
کوفی چلے آتے تھے کمر ظلم پہ کستے
گھیرے تھے سوارانِ ستمگار کے دستے
تھے نیچے یہ اور کوٹھوں سے پتھر تھے برستے

جب وار نہ چل سکتا تھا اُس شیرِ ژیاں پر
انگارے لعیں پھینکتے تھے سوختہ جاں پر

جب غش میں گرا خاک پہ وہ بیکس و ناچار
اعدا نے کیا مسلمِ بیکس کو گرفتار
اُس زخمی کے بازو میں رسن باندھ کے اِکبار
کوٹھے پہ جدا کرنے کو سر لے گئے کفار

سو ٹکڑے محمد ﷺ کا ہوا دل بھی جگر بھی
مارے گئے مسلمؑ بھی ہوئے قتل پسر بھی

بیٹوں نے تو پایا بھی کفن آبِ رواں کا
اور باپ کو کیسا کفن اور غسل کہاں کا
کوٹھے پہ تو سر کٹ گیا اُس شیرِ ژیاں کا
اور جائے کفن خوں نے تنِ پاک کو ڈھانپا

خندق میں بھی رہنے دیا نہ غار میں لاشہ
رسی سے پھرے کھینچتے بازار میں لاشہ

پھر تھام کے ہاتھ اُسکا اٹھے سیدِ والا
لیجا کے کنارے اُسے اسطرح سے پوچھا
اے شخص تو آتا ہے کدھر سے مجھے بتلا
وہ کہنے لگا کوفے سے آتا ہوں میں یا شاہ

شہؑ نے کہا کوفے کا مسافر تو اگر ہے
مسلمؑ میرے بھائی کی بھی کچھ تجھکو خبر ہے

قاصد کوئی نامہ تھا جو مسلمؑ کا نہ لایا
تشویش میں تھا حیدرِ کرارؑ کا جایا
ناگہ اُسے اک مردِ مسافر نظر آیا
بھجواکے کسی کو اُسے حضرت نے بلایا

تسلیم کی اُس شخص نے جھک کر شہِؑ دیں کو
نعلینِ مبارک پہ لگا ملنے جبیں کو

رورو کے وہ کہنے لگا کس منہ سے کہوں آہ
مسلمؑ کا بھی سر کٹ گیا ھانی کا بھی یا شاہ
اور پاؤں میں لاشوں کے رسن باندھکے بدخواہ
بازار میں کھینچے لئے پھرتے تھے سرِ راہ

دونوں سروں کی شام میں جانے کی خبر ہے
لاشوں کو سرِ دار چڑھانے کی خبر ہے

انساں کیلئے موت ہے غم بیوطنی کا
جانکاہ ہے اندوہ الم بیوطنی کا
صدمہ نہیں کچھ موت سے کم بیوطنی کا
آفت ہے قیامت ہے ستم بیوطنی کا

کانٹوں کے الم سیدِ سجادؑ سے پوچھو
ایزائے سفر مسلمِ ناشاد سے پوچھو

ہیں سنگدل ایسے وہ جفا کار و ستمگر
کوٹھوں سے لگانے لگے مظلوم پہ پتھر
نورانی بدن ہوگیا مجروح سراسر
اور سامنے سے منہ پہ لگا ظلم کا خنجر

کیوں گر نہ پڑا ہائے فلک پھٹ کے زمیں پر
لعلِ لبِ جاں بخش گرے کٹ کے زمیں پر

کی سخت دغا کوفیوں نے گھر میں بلا کے
سب پھر گئے جن لوگوں کے دعوے تھے وفا کے
لاکھوں ہیں عدو جائیں کدھر جان بچا کے
آفت میں گرفتار ہوئے کوفے میں آ کے

یاور نہیں ہمدم نہیں غمخوار نہیں ہے
نرغے میں ہیں اور کوئی مددگار نہیں ہے

پھینکا اسے جب خاک پہ بادیدہء گریاں
اِک جام ضعیفہ نے دیا پھر اُنہیں اُس آں
پینے بھی نہ پایا تھا کوئی گھونٹ وہ زیشاں
پانی میں جدا ہوکے گرے گوہرِ دنداں

فرمایا یہ ثابت ہو پیاسے ہی مرینگے
اب ساقیء کوثر ہمیں سیراب کرینگے

دشمن تو کئی سو تھے یہ بے یارومددگار
برچھی کبھی پڑتی تھی کبھی پڑتی تھی تلوار
اندوہ پہ اندوہ تھے آزار پہ آزار
کس یاس سے اک اک کا منہ تکتے تھے ہر بار

بازو کو ستمگار جو باندھے تھے رسن سے
فوارۂ خوں چھٹتا تھا ہر زخمِ بدن سے

فرماکے یہ گردن طرفِ قبلہ جھکائی
شمشیر جفا کار نے چمکا کے اٹھائی
آواز یہ مخدومۂ کونین کی آئی
مرتا ہے ہراول میرے بچے کا دھائی

اِس ظلم سے باز آجو خدا کا تجھے ڈر ہے
ظالم سرِ مسلمؑ پہ میرا ہاتھ سپر ہے

القصہ لبِ بام جو لایا انہیں سفاک
تر ہوگیا آنسوؤں سے مسلمؑ کا رخِ پاک
فریاد سوئے کعبہ یہ کی بادلِ غمناک
رُوحی بافداک اے پسرِ سیدِ لولاک

کرتا ہے سفر خلد سے غمخوار تمہارا
موقوف ہے اب حشر پہ دیدار تمہارا

زہراؑ نے کئی بار تڑپ کر یہ پکارا
کیا دل تھا کہ مطلق نہ ڈرا وہ ستم آرا
ظالم نے کئی ضرب میں سر تن سے اتارا
پھٹتا ہے جگر اب نہیں گویائی کا یارا

لکھا ہے چلا لیکے جو قاتل سرِ مسلمؑ
کوٹھے کے تلے پھینک دیا پیکرِ مسلمؑ

پردیس میں مسلمؑ کے یتیموں پہ جفا ہے
دریا پہ پئے قتل عدو لیکے چلا ہے
چھوٹا تو بڑے بھائی کا منہ دیکھ رہا ہے
زور اسکو مدد کا نہیں مشغولِ بکا ہے

بے رحم کے قابو میں ہیں دو نازوں کے پالے
ہر سو نگراں ہیں کہ کوئی آکے بچالے

تُو غور ہے ظالم نظر آئے تجھے کیونکر
لے دیکھ نبیؐ روتے ہیں دریا پہ کھلے سر
یہ سن کے اٹھا حارثِ ملعون و ستمگر
ظالم نے کہا مجھ کو نہیں خوفِ پیمبرؐ

اک تیغ تلے دونوں برادر کو بٹھاکر
سر کاٹا بڑے بھائی کا چھوٹے کو دکھا کر

چھوٹے کو بڑا بھائی ہے بڑھ بڑھ کے بچاتا
ہر بار ہے مصحف کی طرح بیچ میں آتا
رودیتا ہے کچھ کہنے کا موقع نہیں پاتا
بے ساختہ اک بات زباں پر ہے یہ لاتا

سن حال غریبوں کا خدا کیلئے دم لے
اب ہم تیرے گھر میں کبھی آئیں تو قسم لے

سر پاس رکھا لاش کو دریا میں بہایا
بھائی کے گلے کا جو لہو خاک پہ پایا
الفت سے برادر کو لہو جوش میں آیا
تب جوڑ کے ہاتھ اپنے یہ قاتل کو سنایا

پوچھوں یہ لہو کرتے سے تلوار جھکادے
لوٹوں بڑے بھائی کے لہو میں جو رضا دے

وہ بولا کہ ہو شوق سے غلطاں مجھے کیا ڈر
بھائی کے لہو میں وہ لگا لوٹنے گر کر
کہتا تھا بڑے بھائی کہاں ڈھونڈے برادر
تم تو ابھی بیٹھے ہوئے تھے میرے برابر

کس نے ہی نصیب ایسے الٹتے ہوئے دیکھا
بھائی نے گلا بھائی کا کٹتے ہوئے دیکھا

وہ لاشہ بھی تھا منتظرِ لاشِ برادر
نہ غرق ہوا تھا نہ بہا تھا تنِ بے سر
اللہ کی قدرت سے وہ تھا پانی کے اوپر
اور ہائے اخی کہتا تھا ہر بار تڑپ کر

بہہ کر جو کنارے سے یہ خونیں کفن آیا
پھیلائے ہوئے ہاتھوں کو اُسکا بدن آیا

ناگاہ غضب و طیش سے حارث یہ پکارا
بس لوٹ چکے اٹھو کہ سر کاٹوں تمہارا
اٹھ بیٹھا کہا جلد گلا کاٹ ہمارا
سر کاٹ کے دریا میں جو تن ڈالا قضارا

مردے نے کہا پورے ہوئے دل کے ارادے
اے ہجر مجھے بھائی کے لاشے سے ملادے

سینے پہ رکھا سینہ جگر رکھا جگر پر
دو ہاتھ مدینے کی طرف اٹھے برابر
حق سے یہ دعا کی کہ بچے اکبرؑ و اصغرؑ
شبیرؑ کی اب خیر ہو ہم تو ہوئے بے سر

مادر کو بھلا دیجیو اب یاد ہماری
لے لیجیو جلاد سے تو داد ہماری

جب قتل ہوا ایلچیِ سیدِ والا

بچوں پہ عجب حادثہ تقدیر نے ڈالا
کوئی نہ یتیموں کا رہا پوچھنے والا
تھے ننھے سے سینوں میں کلیجے تہہ و بالا

گیسو بھی پریشان تھے کرتے بھی پھٹے تھے
خورشید سے منہ گردِ یتیمی سے اٹے تھے

کھانا بھی نہ کھایا نہ پیا دونوں نے پانی
اور سوئے بہم مسلمِ مظلوم کے جانی
وہ نیند نہ تھی موت کی گویا تھی نشانی
دروازے پہ آپہنچا اُدھر ظلم کا بانی

چلایا ضعیفہ کو یہ زنجیر ہلا کر
کوسوں کا تھکا آیا ہوں در کھول دے آکر

اک پیرِ زن اتنے میں نظر آگئی ناگاہ
داماد کے آنے کی کھڑی دیکھتی تھی راہ
یوں کہنے لگے اس سے بصد عجز وہ ذیجاہ
اک دوپہر اس گھر میں اماں دو ہمیں للہ

معصوم ہیں ہم بے وطن و زاروحزیں ہیں
مظلوم ہیں سید ہیں گنہگار نہیں ہیں

تاریک مثالِ دلِ کافر تھا وہ سب گھر
ہر سُو صفتِ گرگ لگا ڈھونڈنے اٹھ کر
ظالم نے سرہانے سے لیا ہاتھ میں خنجر
پکڑے ہوئے دیوار گیا حجرے کے اندر

واں مسلمِ مظلوم کے پیارے نظر آئے
اک برج میں دو عرش کے تارے نظر آئے

بچوں کو لئے نہر پہ پہنچا جو وہ بے پیر
اور دیکھی یتیموں نے چمکتی ہوئی شمشیر
دل ہل گئے ہٹ ہٹ کے یہ کی دونوں نے تقریر
کر رحم کے معصوم ہیں ہم بیکس و دلگیر
مظلوم ہیں حامی کوئی مشکل میں نہیں ہے
ظالم نے کہا رحم میرے دل میں نہیں ہے

ناگاہ چلی ظلم کی تلوار بڑے پر
بالائے زمیں کٹ کے ستارہ سا گرا سر
دریا میں ستمگار نے پھینکا تنِ اطہر
چلاکے یہ چھوٹے نے کہا ہائے برادر
دیکھا جو بڑے بھائی کا سر دستِ عدو میں
وہ گر کے تڑپنے لگا بھائی کے لہو میں

نامرد نے حملہ کیا تلوار اٹھا کر
سر رکھ دیا چھوٹے نے وہیں جلد بڑھا کر
تب ہاتھ سے چھوٹے کو بڑا بھائی ہٹا کر
جا بیٹھا تہہِ تیغِ دودم سر کو جھکا کر
تلوار چمکتی تھی تو ہٹ جاتا تھا بھائی
پھر دوڑ کے بھائی سے لپٹ جاتا تھا بھائی

آیا جو شقی تیغ علم کرکے دوبارا
چلانے لگا بھائی کو وہ بھائی کا پیارا
مادر کو پکارا کبھی بابا کو پکارا
جلاد نے تن پر سے سر اس کا بھی اتارا
دھبا بھی نہ خوں کا لگا شمشیرِ عدو میں
بھائی کا لہو مل گیا بھائی کے لہو میں

کی حرؑ سے درگزر جو امامِ غریب نے
بخشی خطا خدا نے خدا کے حبیبؐ نے
بڑھ کر گلے میں ڈالدیں باہیں حبیب نے
بچھڑے ہوؤں کو خوب ملایا نصیب نے

فرزند نوجواں سے تو اکبرؑ لپٹ گئے
عباسؑ اُسکے بھائی سے بڑھ کر لپٹ گئے

مولا سے اذن لیکے جو آیا قریبِ در
زینبؑ حجاب میں تھیں اُدھر لونڈیاں اِدھر
خم ہوگیا سلام کو ڈیوڑھی کو چوم کر
فضہ نے عرض کی کہ وفادار نامور

یہ برکتیں ہیں نصرتِ آلِ رسولؐ کی
تجھ کو دعائیں دیتی ہیں بیٹی بتولؑ کی

سبطِ نبیؐ نے ہاتھ بڑھائے سُوئے غلام
قدموں پہ آنکھیں ملنے لگا وہ فلک مقام
یہ حال تھا ادھر کہ اٹھا پردہء خیام
فضہ ہوئیں حرم سے برآمد بااہتمام

کی عرض پاس آکے امامِ انامؑ سے
حرؑ کی طلب ہے خیمہءعرش احتشام سے

فرماتی ہیں کہ یہ تیرا احساں نہیں ہے کم
کھائی ہے تونے نصرتِ شبیرؑ کی قسم
غربت میں غمزدوں کا ہوا تو شریکِ غم
مجبوریوں سے اپنی پریشان ہیں حرم

دشتِ بلا میں وہ سروساماں نہیں رہے
ہم قابلِ ضیافتِ مہماں نہیں رہے

رونے لگا یہ سن کے وہ شیدائے مجتبیٰ
فضہ سے بولی سن کے یہ مخدومۂ انام

بولا با اشک و آہ کہ مخدومۂ زمن
کہدے میری طرف سے کہ اے حرِّ نیکنام

اپنوں سے اور ذکرِ ضیافت دمِ محن
تو محسنِ بتول ہے اے عاشقِ امام

مجھکو خجل نہ کیجیئے فرماکے یہ سخن
زینبؑ کے دل سے پوچھ کوئی تیرا احترام

سینے سے دل ہے سیر فدائے امام ہوں
اہلِ وفا ہیں ثانیٔ الیاس کی طرح

مہمان غیر ہوتے ہیں میں تو غلام ہوں
تو بھی ہمارا بھائی ہے عباسؑ کی طرح

روحِ نبیؐ گواہ ہے شاہد ہے کبریا — حیرت سے بولی خواہرِ سلطانِ دوجہاں
اپنوں میں کر چکے تجھے شامل شہِ ہداؑ — فضہؑ یہ پوچھ تو تجھے اماں ملی کہاں
بولا یہ سب ہے فیضِ درِ آلِ مصطفیٰ — کی عرض صبح خواب میں تھا میں کہ ناگہاں
توبہ ہوئی قبول ملے شاہِ کربلاؑ — زہراؑ نظر پڑی مجھے کوفے کے درمیاں

تنہا کیا معاف نہ سبطِ رسولؐ نے — پوچھا وہاں بتولؑ کو کس کی تلاش تھی
خود بخش دیں تمام خطائیں بتولؑ نے — روکر کہا کہ گود میں مسلّم کی لاش تھی

جب حضرتِ زینبؑ کے پسر مرگئے دونوں
تھا شور کہ پیاسے لبِ کوثر گئے دونوں
چھوٹے تھے مگر نام بڑا کرگئے دونوں
دربارِ محمدؐ میں برابر گئے دونوں

زہراؑ کیطرح عاشقِ اولاد تھی زینبؑ
بیٹوں کا تو ماتم تھا مگر شاد تھی زینبؑ

پرسے کے لئے آئیں جو سب بیبیاں باہم
فرمایا بھرے گھر میں مناسب نہیں ماتم
ہے ہے نہ کرو صاحبو کچھ مجھ کو نہیں غم
مانگو یہ دعا خلق میں بھائی کا رہے دم

کونین میں رتبے میرے پیاروں کے بڑے ہیں
میں جانتی ہوں آج وہ پروان چڑھے ہیں

دو بیٹوں کے مرنے کی یکا یک خبر آئی
نہ روئی نہ ماتم کیا نہ خاک اڑائی
منہ سے نہ کہا یہ کہ لٹی کس کی کمائی
پوچھا تو یہ پوچھا کہ سلامت تو ہیں بھائی

سمجھی نہ کہ دنیا سے یہ پیارے گئے کس کے
یہ بھی نہ کہا لاڈلے مارے گئے کس کے

کچھ قاسمؑ و اکبرؑ سے سوا انکا نہ تھا پیار
کیوں رووں سلامت رہیں دونوں میرے دلدار
سو ایسے پسر ہوں تو نثارِ شہِ ابرارؑ
میں شاد ہوں رحم اُن پہ کرے ایزدِ غفار

جب تک نہ وہ مارے گئے تھے مجھ کو قلق تھا
حق بھائی کا مجھ پر تھا تو اُن پر میرا حق تھا

تھی مجھ کو بڑی فکر کہ کیا ہوگا الٰہی
پر دونوں نے جو بات کہی تھی وہ نبھائی
مرتے نہ پسر آج تو تھی ماں پہ تباہی
میں کہتی تھی جو ہوتا تھا میدان کو راہی

سر دینے کو رن میں نہ شہِ جن و بشر جائیں
میں نے تو دعا کی تھی کہ پہلے یہی مر جائیں

زینبؑ کے جب زمین پہ رشکِ قمر گرے
دونوں شہید ایک جگہ خوں میں تر گرے
بسمل سے خاک پر ادھر اٹھے اُدھر گرے
غل پڑ گیا کہ بنتِ علیؑ کے پسر گرے

بچوں کے ہوش عالمِ غش میں بجا نہ تھے
پر ننھے ننھے ہاتھوں سے قبضے جدا نہ تھے

کہتے ہیں بڑا نام کیا خوب وفا کی
ہر ضرب پہ خود قبلۂ عالم نے ثنا کی
سنتی ہوں الٹ دی تھیں صفیں اہلِ جفا کی
میں ایسی نہ تھی کچھ یہ عنایت ہے خدا کی

ہاں صاحبِ ہمت تھے وفا کر گئے دونوں
حق دودھ پلانے کا ادا کر گئے دونوں

حضرت سے عرض کی علی اکبرؑ نے دوڑ کر
مارے گئے حضور چھوٹی جان کے پسر
رنگ اڑ گیا حسینؑ کا سنتے ہی یہ خبر
فرمایا ہائے لٹ گیا بیکس بہن کا گھر

ہم رہ گئے بڑھاپے میں آنسو بہانے کو
عباسؑ آؤ بچوں کے لاشے اٹھانے کو

یہ کہکے ننگے پاؤں چلے شاہِ ذی وقار
نیزہ اٹھا اٹھا کے لگے روکنے سوار
اکبرؑ نے تیغ میان سے لی بہرِ کارزار
بڑھ کر پکارے حضرتِ عباسِؑ نامدار

شیروں کے منہ پہ آتے ہو کیا بے شعور ہو
بس خیر ہے اسی میں کہ ہٹ جاؤ دور ہو

بازو ہلا کے عونؑ کا اکبرؑ نے دی صدا
بھیا پکارتے ہیں شہنشاہِؑ کربلا
چھوٹے کو لیکے گود میں عباسؑ نے کہا
بیٹا حسینؑ روتے ہیں چونکو تو اک ذرا

کیوں تیوریاں بدلتے ہو منہ موڑ موڑ کے
باتیں کرو حضور سے ہاتھوں کو جوڑ کے

گونجا جو شیر خوف سے پسپا ہوئے لعیں
ریتی پہ لوٹتے نظر آئے وہ مہ جبیں
لاشوں کے گرد پھر کے پکارے امامِ دیں
اے بھانجو ہم آئے ہیں تم کو خبر نہیں

جھک جاؤ ہاتھ باندھ کے تسلیم کیلئے
شیرو اٹھو حسینؑ کی تعظیم کیلئے

دونوں نے ہاتھ چھاتی پہ رکھے کہ یاں ہے دم
رخصت ہے ماموں جان چلے اب جہاں سے ہم
روتی ہیں نانی جان سرہانے با دردوغم
دادا گلے لگاتے ہیں شفقت سے دمبدم

کیا عزتیں حضور کے صدقے سے پائی ہیں
نانی ہمیں بہشت سے لینے کو آئی ہیں

فرمایا شہؑ نے ماں کو بھی دیتے ہو کچھ پیام
روکر کہا کہ داغِ دل اور تحفہء سلام
پوچھیں جو ہم کو والدہ اے آسماں مقام
کہدیجئے گا مرگئے وہ باوفا غلام

بیٹی سخی کی آپ ہیں امداد کیجئے
روحوں کو دودھ بخش کے دل شاد کیجئے

باتیں یہ کرکے رکھ دیئے شہؑ کے قدم پہ سر
جھک کر لگے پکارنے سلطانِ بحروبر
ماموں تمہارے صدقے ہو منہ تو کرو اِدھر
کیا جانکنی میں بولتے وہ غیرتِ قمر

آنکھیں پھرادی ننھے سے ہاتھوں کو جوڑ کر
دونوں تمام ہوگئے دم توڑ توڑ کر

سفر سے جبکہ نہ شبیر کی خبر آئی

امیدوبیم میں صغراؑ چچا کے گھر آئی
محمدِ حنفی نے کہا کدھر آئی
پکاری وہ کہ نہ ابتک امید برآئی

یہ کہکے انکا قلمدان وہ اٹھا لائی
اور التماس کیا اے حسینؑ کے بھائی
مجھے تو ہے نہ توانائی اور نہ بینائی
بھتیجی آپکو تکلیف دینے ہے آئی

چچا بتاؤ تو کسطرح دل کو چین آئے
نہ بھائی آیا نہ خط آیا نہ حسینؑ آئے

میری طرف سے رقم اک عرض داشت کرو
مگر کوئی نہ دقیقہ فرو گزاشت کرو

سفر سے جبکہ نہ شبیر کی خبر آئی

امیدوبیم میں صغراؑ چچا کے گھر آئی
محمدِ حنفی نے کہا کدھر آئی
پکاری وہ کہ نہ ابتک امید برآئی

یہ کہکے انکا قلمدان وہ اٹھا لائی
اور التماس کیا اے حسینؑ کے بھائی
مجھے تو ہے نہ توانائی اور نہ بینائی
بھتیجی آپکو تکلیف دینے ہے آئی

چچا بتاؤ تو کسطرح دل کو چین آئے
نہ بھائی آیا نہ خط آیا نہ حسینؑ آئے

میری طرف سے رقم اک عرض داشت کرو
مگر کوئی نہ دقیقہ فرو گزاشت کرو

اٹھا کے کاغذوخاماں کیا چچا نے مقال
میں لکھتا جاؤں تو بتلاتی جا حقیقت حال
وہ رو کے بولی بہت خوب اے علیؑ کے لال
یہی میں چاہتی تھی تم جیو صدوسی سال

غریب پرورِ عالم نواز خلق و پناہ
ملک سپاہِ فلک بارگاہِ شہنشاہ
امام بیکس و مظلوم و بے دیار پناہ
انیسِ کعبہ ء دیں یوسفِ رسول اللہ

میری طرف سے وہ القاب لکھو بابا کو
کنیزیں لکھتی ہیں جسطرح اپنے آقا کو

اجل رسیدوں کے عیسیٰ غریبوں کے والی
حسین ابنِ علی ؑ مدظلہُ العالی

بنی ہے جان پہ صغراؑ کے اب دوا کیسی
رجب کی تیسری کو تم نے گھر کیا ویراں

گلے میں پانی اٹکنے لگا غذا کیسی
تمہارے بعد ہوئیں تین عیدیں بابا جاں

مسیحا دور قضا پاس پھر شفا کیسی
شبِ براء ت ہوئی دوسرے مہینے عیاں

فلک نے ڈالی میرے سر پہ یہ بلا کیسی
بروحِ حمزہؑ نہ تھی فاتحہ کی تاب و تواں

نہ صبر و ہوش نہ تابِ فراق باقی ہے
تمام دن جو تڑپتے تڑپتے رات ہوئی

فقط جناب کا اک اشتیاق باقی ہے
ہمارے گھر میں نہ عیدِ شبِ برات ہوئی

یہ عید یوں گئی دن عیدِ فطر کا آیا
وہ خوش ہو عید کو کیا جو فلک کا مارا ہو

گھر آن کر مجھے ہمجولیوں نے رلوایا
قسم لو بابا جو کرتا پھٹا اتارا ہو

کسی نے گہنا کسی نے لباس دکھلایا
یہاں ورود وطن میں اگر تمہارا ہو

کوئی یہ بولی کی عیدی میں ہم نے یہ پایا
دوبارہ عید ہو نوروز بھی دوبارہ ہو

ہر اک خوش تھا مگر لب پہ میرے نالے تھے
ہماری عید تو کنبے کی دید ہے بابا

سفر میں سب میری عیدی کے دینے والے تھے
جب آپ آئیں اسی روز عید ہے بابا

اکبرؑ نے کچھ بہار نہ دیکھی شباب کی
تکلیف تین روز سہی قحطِ آب کی
شدت وہ پیاس کی وہ تپش آفتاب کی
اور بیکسی وہ سبطِ رسالتمآب کی

سینہ چھدے پسر کا تو کیا دل کو کل پڑے
ایوبؑ دیکھ لے تو کلیجہ نکل پڑے

ناگاہ فوجِ کیں سے عمر نے کیا کلام
یہ وقتِ کارزار ہے اے ساکنانِ شام
بس ہے یہی بساطِ شہنشاہِ خاص وعام
مارا گیا یہ شیر تو مرجائینگے امائم

لُوٹو جنابِ فاطمہؑ زہراؑ کے باغ کو
ٹھنڈا کرو حسینؑ کے گھر کے چراغ کو

یہ زکر تھا کہ آگیا زمیں وہ خستہ جاں
اکبرؑ کو بولے دیکھ کے اُس فوج کے جواں
کس خانماں کا آہ مٹاتا ہے یہ نشاں
کس باغ کی بہار کو کرتا ہے یہ خزاں

کس ماں کو اپنے سوگ میں اِس نے بٹھایا ہے
کس باپ کے جگر پہ چھری کو پھرایا ہے

ہاں غازیو نہ اسکی جوانی کا غم کرو
نیزے پہ نیزے مارو ستم پر ستم کرو
برچھی اٹھاؤ ہاتھ میں تیغیں علم کرو
نخلِ مرادِ سبطِ نبیؐ کو قلم کرو

بیٹا نہ جب رہا تو کدھر جائینگے حسینؑ
گھوڑے سے یہ گرے گا تو مرجائینگے حسینؑ

سنتے ہی حکم دوڑ پڑی فوج ہے ستم
تلوار اک لگی کہ ہوئیں پسلیاں قلم
یوں جھک گئے کہ ہوتے ہیں سجدے میں جیسے ہم
رکھدی گلے پہ شیث نے شمشیر ایکدم

غل تھا کرو نہ رحم تنِ پاش پاش پر
دوڑادو گھوڑے اکبرِ مہرو کی لاش پر

پھر گرتے پڑتے لاشہء عباسؑ پر گئے
اور بولے کچھ سنا علیؑ اکبرؑ تو مرگئے
ہم ڈھونڈنے کو چارطرف ننگے سر گئے
معلوم ہے تمہیں علی اکبرؑ کدھر گئے

لایا ہوں التجا یہ برادر کی لاش پر
عباسؑ لے چلو ہمیں اکبرؑ کی لاش پر

دوڑے صدا یہ سنتے ہی بس شاہِ بحروبرؑ
سر پیٹنے کی جاہے کہ ہنستے تھے اہلِ شر
کہتا تھا شمر اے پسرِ سیدالبشرؐ
کس کو حضور ڈھونڈتے ہیں مرگیا پسر

برچھی ہماری سینہء اکبرؑ پہ چل گئی
دل اور جگر کو توڑ کے باہر نکل گئی

ناگاہ آئی حضرتِ زہراؑ کی یہ صدا
ہے ہے حسینؑ تیرے تڑپنے کے میں فدا
دم توڑتا ہے گود میں میری یہ مہ لقا
مرتا ہے کوئی آن میں اے میرے دلربا

دیکھے یہ تم کو تم اسے ایکبار دیکھ لو
آؤ پسر کا آخری دیدار دیکھ لو

جب نوجواں پسر شہِ دیں سے جدا ہوا
روشن قمر سپہرِ بریں سے جدا ہوا
نورِ نظر امامِ مبیں سے جدا ہوا
لختِ جگر حُسینِ حسیں سے جدا ہوا

دل داغ ہوگیا دل و جانِ بتول کا
گھر بے چراغ ہوگیا سبطِ رسول کا

پیری میں آفتِ غمِ اولاد الاماں
دل اور زخمِ خنجرِ فولاد الاماں
وہ اضطرابِ خاطرِ ناشاد الاماں
وہ اشکِ سوز اور وہ فریاد الاماں

بیٹا نہ ہو تو زیست کا پھر کیا مزا رہا
جب گھر اجڑ گیا تو زمانے میں کیا رہا

برچھی سے ٹکڑے ہوگیا لختِ جگر کا دل
خود باپ نے چھدا ہوا دیکھا پدر کا دل
ہوتا ہے آب گینے سے نازک بشر کا دل
پتھر کا دل نہیں ہے یہ دل ہے پدر کا دل

ایوب بھی اگر ہوں تو دم بھر نہ کل پڑے
آنسو تھمیں تو منہ سے کلیجہ نکل پڑے

بچھڑا وہ لال جس کا گوارہ نہ تھا فراق
فرماتے تھے کہ لُوٹ لیا تُو نے اے عراق
اے موت جلد آ کہ اب زندگی ہے شاق
خنجر کی آرزو ہے شہادت کا اشتیاق

برباد اس طرح کوئی آباد گھر نہ ہو
کیا زندگی کا لطف جب اپنا پسر نہ ہو

سب چاہیں جسکی زیست وہ شیرِ ژیاں مرے
افسوس نیم جاں جئے جانِ جہاں مرے
پیدا تو کس جگہ ہوئے آکر کہاں مرے
قدرت خدا کی پیر جئے نوجواں مرے

اس عمر میں جہاں سے گزر نیکے کے دن نہ تھے
کہتا ہے خود شباب کہ مرنے کے دن نہ تھے

پرسا تمہیں شہید کا دینے کو آئے ہیں
کس کس کے داغ آج جگر پر اٹھائے ہیں
پیٹے ہیں خاک اڑائی ہے آنسو بہائے ہیں
یہ ہم تمہارے لال کے خوں میں نہائے ہیں

سر تھا حسینؑ بیکس و تنہا کی گود میں
بیٹے کی جان نکلی ہے بابا کی گود میں

پیارے نہ تھے حسین علیہ السلام کے
لائی حرم سرا میں بہن ہاتھ تھام کے
تھرا رہے تھے پاؤں شہِ تشنہ کام کے
سر دوش پر تھا زینبِ عالیمقام کے

فرماتے تھے بہن علی اکبر گزر گئے
ہم ایسے سخت جاں تھے کہ ابتک نہ مر گئے

سر بارِ دوش ہے ہمیں رخصت کرو بہن
لو اب قریبِ خیمہء عصمت ہیں تیغ زن
مردے پڑے ہوئے ہیں شہیدوں کے بے کفن
پامال ہو نہ لاشہء فرزندِ صف شکن

محجوب ہم ہیں قاسمِ بے پر کی روح سے
شرمندگی نہ ہو ہمیں علی اکبرؑ کی روح سے

یہ سن کے بیبیوں کے جگر پر چھری چلی
زینبؑ زمیں پہ گر کے پکاری کہ یا علیؑ
سرِّ خفی جہاں کے ہیں سب آپ پر جلی
جاتا ہے سرکشوں میں یہ کونین کا ولی

بیکس کو آسرا ہے پسر کا نہ بھائی کا
بابا یہی تو وقت ہے مشکل کشائی کا

فرمایا شہ نے صبر بہن چاہئے تمہیں
خالق کی یاد سروعلن چاہئے تمہیں
لب پر رضا رضا کا سخن چاہئے تمہیں
جو ماں کا تھا چلن وہ چلن چاہئے تمہیں

اب آخری بہن یہ سواری ہماری ہے
بعد اُن بزرگواروں کے باری ہماری ہے

یا مصطفےؐ بلا میں پھنسا ہے تمہارا لال
یا شیرِ ذوالجلال دکھاؤ انہیں جلال
یا فاطمہؑ میں لٹتی ہوں بکھراؤ سر کے بال
یارب الٹ دے آج یہ سب عرصہء قتال

پھر کیا کسی سے کام ہے سب سے جدا رہوں
بھائی کو اپنے لیکے میں جنگل میں جارہوں

نوک سناں جو سینے میں پیوست ہوگئی
یعنی جواں کے سینے سے نکلا دلِ نبیؐ
جھک کے فرسِ زیں سے صدا شاہِ دیں کو دی
بابا قریب ہے کہ بجھے شمعِ زندگی

قربان کر رہا ہوں جوانی کے باغ کو
طوفاں میں دیکھ لیجئے اپنے چراغ کو

اے رونے والو مقتلِ شبیرؑ دیکھ لو
درد و غم و ملال کی تصویر دیکھ لو
شہہؑ کھودتے ہیں تربتِ بے شیر دیکھ لو
صبر و رضائے سرورِؑ دلگیر دیکھ لو

راہِ رضا میں دل پہ یونہی جبر کرتے ہیں
خود صبر کہہ رہا ہے یونہی صبر کرتے ہیں

عباسؑ آخری یہ مصیبت بھی دیکھ لو
کھودی ہے قبر بیٹے کی ہمت بھی دیکھ لو
اٹھ کر ذرا بھتیجے کی صورت بھی دیکھ لو
اصغرؑ کا میرے آخری خلعت بھی دیکھ لو

بھیا نہیں ہے تاب دلِ درد ناک میں
کیونکر چھپائیں چاند کو ہم اپنے خاک میں

میت لئے ہیں ہاتھوں پہ شاہِ فلک اساس
جز رنج و غم کوئی نہیں حضرت کے آس پاس
بیتاب وقتِ دفن ہیں شبیرؑ حق شناس
مقتل کی سمت دیکھ کے بولے با درد و یاس

عباسؑ اب سنبھالو دلِ پاش پاش کو
آؤ اتارو قبر میں اصغرؑ کی لاش کو

بیٹا تم ہو اکیلے اور یہ سنسان ہے مکاں
بہنیں نہ آس پاس ہیں نزدیک ہیں نہ ماں
تم تو علیؑ کے پوتے ہو ڈرنا نہ میری جاں
اللہ تمہارا حافظ و ناصر نگہباں

رہنا پسند آیا نہ دنیائے زیست میں
محسنؑ کے ساتھ شوق سے کھیلو بہشت میں

دادا جب آئیں قبر میں بیٹا بصد محن
اور دیکھیں خوں بھرا ہوا کرتا شہِ زمن
پوچھیں کہ آہ بیٹے ملا تجھ کو یہ کفن
کرنا یہ ہاتھ جوڑ کے اُن سے یہ تم سخن

احساں کسی کا میرے لئے وہ نہ لے سکا
محتاج باپ تھا نہ کفن مجھ کو دے سکا

بہارِ گلشنِ شیرِ الٰہ جاتی ہے

قضا چراغِ مزارِ نبیؐ بجھاتی ہے
یہ غل ہے دیکھئے تقدیر کیا دکھاتی ہے
کھلا ہے فاطمہؑ کا سر قیامت آتی ہے

کوئی نہیں ہے غریبی میں پاس آئے حسینؑ
صدا ہے خیمے کے پیچھے کہ ہائے ہائے حسینؑ

یہ کہہ کے مٹی دینے لگے جب حضور آہ
تڑپا وہ دل کہ اور بھی حالت ہوئی تباہ
دیکھا نہ ہوگا صابر و شاکر خدا گواہ
اک دل پہ اتنے داغ کہ اللہ کی پناہ

تڑپا جو دل تو قلب پہ صدمے بڑے ہوئے
الحمد پڑھ کے قبر سے بس اٹھ کھڑے ہوئے

رُلا رہی ہے دلونکو لُٹی ہوئی سرکار
نہ پیدلوں کے پرے ہیں نہ مرکبوں کی قطار
نہ کوئی حاجب و درباں نہ کوئی خدمت گار
اجڑ گیا وہ گلستاں خزاں ہوئی وہ بہار

مقام ہُو کا ہے جس جا نگاہ پڑتی ہے
حضور کے درِ دولت پہ خاک اڑتی ہے

حسینؑ جب علی اصغرؑ کو دفن کرکے پھرے
اٹھا کے رنج و الم پارۂ جگر سے پھرے
مزار سے بصد اندوہ غم پسر سے پھرے
سُوئے خیامِ حرمِ سرد آہ بھر کے پھرے

بکا کرو یہ دلِ بیقرار کہتا تھا
جگر میں درد تھا بازو سے خوں بہتا تھا

کہا حسینؑ نے وہ بھی ہوئے شہیدِ جفا
ملا نہ پانی کا قطرہ گلے پہ تیر لگا
یہ خوں اُنہیں کا میری آستیں میں سب ہے بھرا
اگل اگل کے لہو مرگیا وہ ماہ لقا

کوئی نہ پائے جو دکھ ہم نے پائے ہیں بانوؑ
اُنہیں سپردِ لحد کرکے آئے ہیں بانوؑ

پکاری ڈیوڑھی سے بانوؑ میرا جگر ہے کہاں
خدا کے واسطے کہیے وہ سیم بر ہے کہاں
جہاں ہے آنکھوں میں تیرا ہ میرا قمر ہے کہاں
حضور جلد بتا دیجئے اصغرؑ ہے کہاں

عجیب حال سے کیوں منہ کو موڑ آئے ہو
ستم گروں میں کہاں اسکو چھوڑ آئے ہو

جب ناصرانِ قبلہ عالم بچھڑ گئے

غربت میں دیکھے شہ کو عجب غم بچھڑ گئے
کیا جرّاتیں دکھا کے وہ ضیغم بچھڑ گئے
فوجوں کو کرکے درہم و برہم بچھڑ گئے

آیا کسی جگہ نہ خلل اعتقاد میں
پیچھے رہے نماز میں آگے جہاد میں

داغِ پسر بھی سہ چکے جسدم امامِ پاک
مقتل سے آئے خیمے میں محزون و دردناک
بسمل تھیں غم سے حضرتِ زینبؑ بروئے خاک
شہ نے کہا بہن نہ کرو آپ کو ہلاک

درپیش غم ہے فاطمہؑ کے نورِ عین کا
نیزے پہ دیکھنا ہے ابھی سر حسینؑ کا

مسلم کے لاڈلوں کی ہوئی یک بیک وفات
لوٹی اجل نے حضرتِ زینبؑ کی کائنات
نوشاہ نے بھی نقدِ شہادت کی لی برات
لب تشنہ قتل ہوگئے بھائی لبِ فرات

صدمے سے جاں بلب پسرِ فاطمہؑ ہوا
اکبرؑ کے بعد کوئی نہ تھا خاتمہ ہوا

پہنچے جو گاہوارہء بے شیر کے قریں
دیکھا کہ غش ہے فرطِ عطش سے وہ مہ جبیں
آنکھیں ہیں بند خشک ہیں لب ہائے نازنیں
منہ اپنا منہ پہ ملنے لگے جھک کے شاہِ دیں

ٹپکے جو اشک سرورِ گردوں سریر کے
پانی سمجھ کے کُھل گئے لب اس صغیر کے

اصغرؑ کو لیکے رن کو چلے شاہِ نامدار
انجام کے خیال سے تھا قلب بیقرار
دھوپ آئی گلبدن پہ تو جلدی بحالِ زار
دامن عبا کا ڈھانپ لیا اُس پہ ایکبار

پہنچے جو نہر دیکھ کے صدمے بڑے ہوئے
اعدا کے آگے سر کو جھکا کر کھڑے ہوئے

دی ابنِ سعد کو یہ خبردار نے خبر
آیا حضورِ قبلہء عالم وہ خیرہ سر
بولا عبا ہٹایئے یا شاہِ بحروبر
کیا بے زباں کا حال ہے دیکھوں تو اک نظر

دامن ہٹادیا تو بہت غیر حال تھا
گردن ڈھلی تھی ضعف سے بچہ نڈھال تھا

بڑھ کر یہ پوچھنے لگے دو چار اہلِ کیں
بچہ یہ مرگیا ہے کوئی یا امامِ دیں
فرمایا زندہ ہے ابھی میرا یہ نازنیں
دو دن کی پیاس سے ہے مگر مرگ کے قریں

مشکل ہے زندگی میرے ماہِ منیر کی
پانی پلاکے جان بچالو صغیر کی

یہ کہکے صف سے پیچھے ہٹا دشمنِ امام
بلوا کے حرملہ کو لعیں نے کیا کلام
ہاتھوں پہ لائے ہیں جو حسینؑ اپنا لالہ فام
ناوک لگا کے کام کر اس طفل کا تمام

جا جلد شہ کا دُرِ یگانہ ہے سامنے
ہرگز نہ چوکنا کہ نشانہ ہے سامنے

بے رحم سے یہ حکم جو پایا شریر نے
ایماں کے گھر کو ہاتھ سے ڈھایا شریر نے
مرتے ہوئے پہ رحم نہ کھایا شریر نے
دو ٹانک کی کماں کو چڑھایا شریر نے

سنتا تھا کب کسی کی ستم پیشہ وہ شریر
اُس رخ کماں بڑھا کے رہا آپ گوشہ گیر
کانپی زمیں لرز گیا صدمے سے چرخِ پیر
اصغرؑ کا حلق تاک کے مارا شقی نے تیر

وہ فکر کی کہ حشر مچے آلِ پاک میں
صف کے عقب کھڑا ہوا بچے کی تاک میں

پیکانِ ظلم پار جو گردن سے ہوگیا
فرزندِ بوتراب کا دل سن سے ہوگیا

بسمل ہوا جو ہاتھوں پہ فرزندِ گلعذار
سر تا قدم لرزنے لگے شاہِ نامدار
آیا نہ کچھ زباں پہ بجز شکرِ کردگار
کھینچا جو تیرِ ظلم تو چھوٹی لہو کی دھار

لبریز خوں سے ہوگیا جس وقت دستِ پاک
چاہا کہ پھینک دیں اسے مولا بروئے خاک
کی عرض یہ زمیں نے با آوازِ دردناک
کیا دورِ غم سے گر میرا سینہ ہو چاک چاک

ابلا جو خونِ لختِ دل آنکھوں کے سامنے
اس زخم سے ملادیا چلو امام نے

ہر بوند اسکی میرے کلیجے کو تیر ہے
مولا یہ خونِ ناحقِ طفلِ صغیر ہے

شہؑ نے اٹھایا ہاتھ سوئے چرخِ ناگہاں
اُسدم دلِ حزیں کو جو صدمہ ہوا کمال

تھرا کے آسماں نے صدا دی کہ الاماں
مجبور ہوکے رونے لگے شاہِ خشخصال

رکھئے معاف بہرِ خداوندِ انس و جاں
بولے یہ جھک کے لختِ جگر سے بصد ملال

آئے اگر یہ خون ادہر اے سرورِ ذماں
بتلاؤ کیا کرے یہ لہو فاطمہؑ کا لال

ہر ذی حیات پانی کو ترسے زمین پر
انکار آسماں کو ہے راضی زمیں نہیں

تا حشر پھر سحاب نہ برسے زمین پر
اصغرؑ تمھارے خوں کا ٹھکانہ کہیں نہیں

پہنچا جو رن میں شبرِ نیجاہ کا پسر
آنسو خوشی کے آنکھوں سے سب کی ہوئے رواں

حجت تمام کرکے وغا کی با کرّوفر
زینبؑ پکاری فتح مبارک ہو بھابی جاں

ارزق کو دی وہ زک کہ جھکے شامیوں کے سر
جیتا تمہارے لعل نے رن وقتِ امتحاں

ماں سنکے بولی شکرِ خداوندِ بحروبر
مشہور تھا سپاہ گری میں یہ پہلواں

کنبے میں بات رہ گئی وہ کام ہوگیا
مارا بڑے عدوُے شہؑ کربلائی کو

بن باپ کے پسر کا بڑا نام ہوگیا
بھیا حسنؑ بھی دیکھتے کاش اس لڑائی کو

باتیں یہ ہورہی تھیں حرم میں کہ ایک بار
نرغہ وہ شامیوں کا وہ اک غیرتِ قمر

قاسمؑ پہ مل کے ٹوٹ پڑی فوجِ نابکار
بھالے وہ آس پاس وہ تیغیں قریبِ سر

سمٹے اِدھر اُدھر سے ہزاروں زبوں شعار
نیزے چبھوئے دل میں لعینوں نے اسقدر

چاروں طرف سے پڑنے لگے تشنہ لب پہ وار
شبرؑ کے نونہال کا ٹکڑے ہوا جگر

حربے لئے تھے قرب میں جو بدشعور تھے
تیروں سے سب چھنا ہوا تن گلبدن کا تھا

پتھر وہ مارتے تھے جو مجمع سے دور تھے
قاسمؑ کا جسم تھا کہ جنازہ حسنؑ کا تھا

زہراؑ کی تھی فغاں کہ نہ بچے کو یوں ستاؤ
زہراؑ تو کررہی تھیں یہ نوحہ بحالِ زار

مسموم کا جگر ہے نہ تیغیں اسے لگاؤ
ناگاہ ظلم کی ہوئی برچھی جگر کے پار

میرے حسنؑ کی ہے یہ کمائی کوئی بچاؤ
گھوڑے پہ ڈگمگانے لگا طفلِ گلعذار

بیٹی ہوں میں تمہارے پیمبر کی رحم کھاؤ
عباسؑ کو تڑپ کے پکارا جگر فگار

دیدو مجھے یہ لعل کہ غم کی ستائی ہوں
وقت آگیا کہ اوجِ شہادت حصول ہو

میں اسکو لینے کیلئے جنت سے آئی ہوں
اب آخری سلام ہمارا قبول ہو

رن میں یتیمِ گوہرِ عرشِ علا گرا
گرتے ہی خاک پر جو ہوا غش وہ مہ لقا

جلتی زمین پر پسرِ مجتبیٰ گرا
فوجِ عدو میں فتح کے باجوں کا غل ہوا

زخموں سے چور خاک پہ وہ مہ لقا گرا
ماں نے صدا سنی تو یہ دل تھام کر کہا

غل پڑگیا نبیرہء خیر النساء گرا
میری کمائی نیک لگی شکرِ کبریا

پوتا ہے جاں بلب اسدِ کردگار کا
بچے پہ میرے مہر ہوئی ذوالجلال کی

بجھتا ہے اب چراغ حسنؑ کے مزار کا
لو بیبیو برات چڑھی میرے لعل کی

سن کر یہ بین رونے لگے شاہِ بحر و بر
رن کو چلے پٹک کے عمامہ بچشمِ تر
ہمراہ تھا پسر بھی برادر بھی نوحہ گر
نالے یہ تھے کہ ہائے میرے غیرتِ قمر

عمو نثار جانِ برادر کدھر گئے
تم بھی حسینؑ کا داغ ہرا آج کر گئے

روتے ہوئے قریب جو آئے شہِ ہدا
دیکھے تمام عضوِ بریدہ جدا جدا
ہاتھوں سے دل پکڑ کے کہا وا محمداؐ
امت کا یہ سلوک تو دیکھو بپئے خدا

ابنِ حسینؑ کی جان پہ صدمے گزر گئے
لو نانا جان قاسمِ ناشاد مر گئے

پہنچے جو لاشے ابنِ حسینؑ پر بحال زار
دیکھا کہ سر کو کاٹنے والے ہیں بد شعار
غصے سے کانپنے لگے عباسِ نامدار
للکار کے بڑھے صفتِ شیرِ کردگار

بھاگے عدو جو ڈر کے تو نقشہ بدل گیا
ہلچل میں اُس یتیم کا لاشہ کچل گیا

اپنی عبا یہ کہکے بچھائی زمین پر
سب چن لئے پڑے تھے جو اعضا اِدھر اُدھر
کاندھے پہ لاش لے چلے عباسِ نامور
روتے ہوئے حسینؑ بھی پہنچے قریبِ در

آواز دی کہ بیاہ کہ حسرت نکال لو
لو بھابی جان اپنی امانت سنبھا لو

گھوڑے سے جبکہ قاسمِ گلگوں قبا گرا
غل پڑ گیا نبیرہء مشکل کشا گرا
صفدر جری بہادرو شیرِ وغا گرا
خوں میں نہا کے لختِ دلِ مجتبیٰ گرا

گرتے ہی فوجِ ظلم کا مجمع بہم ہوا
زخمی پر آہ نرغہء فوجِ ستم ہوا

حضرت کو دی صدا کہ چچا جان آیئے
خادم ہوا حضور پہ قربان آیئے
دنیا میں کوئی دم کا ہوں مہمان آیئے
سر کاٹنے کا ہوتا ہے سامان آیئے

جلاد پہنچے تیغِ دو پیکر لئے ہوئے
قاتل کھڑے ہیں ہاتھوں میں خنجر لئے ہوئے

مارا کسی نے پشت پہ نیزے کو تان کے
کھٹکی سنانِ ظلم کلیجے میں آن کے
کوئی تبر لگا گیا مظلوم جان کے
تیغہ کسی کا چل گیا سر پر جوان کے

پہلو بھی دونوں ہاتھ بھی یکسر فگار تھے
دولھا کا ایک جسم تھا حربے ہزار تھے

دم توڑنے لگا جو یہ کہہ کر وہ دلفگار
طبلِ ظفر بجا صفِ اعدا میں ایک بار
دوڑے ادھر سے تیغِ بکف شاہِ نامدار
گھوڑوں سے روندنے لگے لاشے کو واں سوار

سب ٹکڑے ٹکڑے سینہء پر نور ہوگیا
ٹاپوں سے مرکبوں کے بدن چور ہوگیا

مقتل سے لاش آنے کی صورت کہوں میں کیا
نزدیک رہ گیا جو درِ خیمہء حرم

چادر لپیٹ دی تھی کہ اعضاء تھے سب جدا
اکبرؑ وہاں سے بڑھ گئے آگے بچشم نم

قطرے لہو کے خاک پہ گرتے تھے جا بجا
ڈیوڑھی پہ راہ تکتی تھی زینبؑ اسیر غم

گردن ڈھلی ہوئی تھی لٹکتے تھے دست و پا
پوچھا کہ روتے آئے ہو کیوں کیا ہوا ستم

عباسؑ روتے آتے تھے اور سر پہ ہاتھ تھا
کی عرض سوئے خلد حسینؑ کا پسر گیا

زخمی فرس بھی دولھا کے لاشے کے ساتھ تھا
شب کو جسے بنایا تھا دولھا وہ مرگیا

جب لاشہء قاسمؑ کو علمدار نے دیکھا

قبضے کیطرف غیض سے جرار نے دیکھا
منہ بھائی کا روکر شہِ ابرار نے دیکھا
کی عرض بڑا داغ نمک خوار نے دیکھا

عباسؑ گرے پاؤں پہ گردن کو جھکا کر
رونے لگے شہؑ بھائی کو چھاتی سے لگا کر
بانوؑ نے کہا غش سے سکینہؑ کو جگا کر
صدقے گئی دیکھ آؤ چچا جان کو جا کر

تیغوں سے عجب سرورواں کٹ گیا آقا
وللہ کہ دل زیست سے اب ہٹ گیا آقا

اسطرح جو شاہِؑ شہدا روتے ہیں بی بی
سرورؑ سے علمدارؑ جدا ہوتے ہیں بی بی

یہ سنتے ہی گھبرا کے چلی جلد وہ بے آس
اُودے ہوئے جاتے تھے لبِ لال یہ تھی پیاس
زینبؑ نے کہا آتی ہے لو عاشقِ عباسؑ
عباسؑ نے گودی میں لیا بڑھ کے بصد یاس

عباسؑ نے روکر کہا کیا چاہیئے جانی
شرما کے سکینہؑ نے یہ کی عرض کہ پانی
عباسؑ نے فرمایا بصد اشک فشانی
اللہ بجھائیگا تیری تشنہ دہانی

بہتے تھے جو آنسو خلفِ شیرِ خدا کے
سوکھے ہوئے لب ملنے لگی منہ سے چچا کے

لو گود سے اترو تو ہم اب جائیں سکینہؑ
لے آؤ کوئی مشک تو بھر لائیں سکینہؑ

یہ سنتے ہی اُس پیاسی میں اک جان سی آئی عباسؑ نے کی عرض کہ دریا نہیں کچھ دور
فضہ گئی اور دوڑ کے مشکیزے کو لائی مشکیزہ بھرا اور پھرے خرم و مسرور
رو رو کے وہ کہنے لگی شبیرؑ کی جائی اور آگے میری جان جو اللہ کو منظور
میں رن میں چلی آؤنگی گر دیر لگائی مانع ہوئی آنے میں اگر موت تو مجبور

جلد آؤنگا دریا سے یہ فرما کے سدہارو تقدیر سے کیا زور ہے سقائے حرم کا
جاتے ہو تو آنے کی قسم کھا کے سدہارو وعدہ کریں کیونکر کہ بھروسہ نہیں دم کا

لڑتا ہوا پہنچا لبِ دریا جو وہ جرار لکھا ہے کہ اک تھا بنِ ورقہ ستم آرا
تھا دوشِ مبارک پہ علم ہاتھ میں تلوار تیغ اسکی لگی دوشِ مبارک پہ قضارا
کہنی سے ٹپکتا تھا لہو خاک پہ ہر بار بے دست ہوا حیدرِ کرار کا جایا
چھیڑا جو ذرا اڑ کے گیا نہر پہ رہوار احمد کا نشاں خون میں تر ہوگیا سارا

تلوار سے تیروں کو قلم کرتے تھے عباسؑ دیکھو تو ذرا جراتِ سقائے حرم کو
پڑھ پڑھ کے دعا مشک پہ دم کرتے تھے عباسؑ تا دیر کٹے ہاتھ سے چھوڑا نہ علم کو

یاں تھا ابھی یہ ذکر کہ برپا ہوا محشر
فضہ کی یہ آواز جو عباسؑ تک آئی

رونے میں لگے دیکھنے شہؑ خیمے کو مڑ کر
تھرانے لگا نزع میں وہ شہؑ کا فدائی

دیکھا کہ حرم گھر سے نکل آئے ہیں باہر
شہؑ سے کہا یاں آتی ہے کیا آپ کی جائی

چلاتی ہے فضہ علی اکبرؑ علی اکبرؑ
دامن سے میرے منہ کہ چھپا لیجئے بھائی

اب دخترِ سلطانِ مدینہ نہیں تھمتی
یہ کہتے ہی دنیا سے سفر کر گئے عباسؑ

عباسؑ سے کہدو کہ سکینہؑ نہیں تھمتی
منہ پھیر لیا شرم سے اور مر گئے عباسؑ

جب گھوڑے کو دریا میں علمدارؑ نے ڈالا
لہرانے سے موجوں کے ہوا دل تہہ و بالا
یاد آگئی بس تشنگیء سیدِ والا
رقت بہت آئی تھی مگر دل کو سنبھالا

صدمے سے بھر آیا دلِ سقائے سکینہؑ
اشک آنکھوں سے ٹپکا کے کہا ہائے سکینہؑ

ہوتا تھا اِدہر خاتمہء جنگِ علمدارؑ
بسمل سے تڑپتے تھے اُدہر سیدِ ابرار
رو کر کبھی تکتے تھے سوئے فوجِ ستمگار
گر کر کبھی چلاتے تھے ہے ہے میرے غمخوار

بھائی کی صدا سُن کے تڑپ جاتی تھی زینبؑ
جب روتے تھے حضرت تو نکل آتی تھی زینبؑ

دریا تو ادہر اور اُدہر لشکرِ قہار
مشکیزہ لیئے بیچ میں تنہا وہ علمدارؑ
تلواروں کی تھیں بجلیاں اور تیروں کی بوچھار
جا سکتے تھے آفت میں نہ اِس پار سے اُس پار

طوفاں تھا طلاطم تھا مصیبت کی گھڑی تھی
کیا پیاسوں کی کشتی بھی تباہی میں پڑی تھی

کہتی تھی کہو صدقے گئی کچھ خبر آئی
شہؑ کہتے تھے ہمشیر جدا ہوتا ہے بھائی
دریا سے وہ نکلا تھا مگر راہ نہ پائی
مشکیرے کے لے آنے پہ ہوتی ہے لڑائی

خونخواروں میں وہ صاحبِ شمشیر گھرا ہے
دریا کی ترائی میں میرا شیر گھرا ہے

کہتی تھی یہ گھبرائی ہوئی زوجہء عباسؑ
کیوں بیبیو بچے میرے کیا ہوگئے بے آس
کیا کہتے ہیں شاہِ شہداؑ کس سے ہوئی یاس
اے وائے مقدر نہ سکینہؑ کی بجھی پیاس

کیسی خبر آئی ہے کہ جی کھوتے ہو لوگو
تم سب میرا منہ دیکھ کے کیوں روتے ہو لوگو

کس کس سے لڑے تشنہ دہانی میں وہ بے آس
ہمدرد نہ کوئی نہ مددگار کوئی پاس
وہ فوج کا نرغہ وہ ہجومِ الم و یاس
ان سب سے سوا مشک کے چھد جانے کا وسواس

بڑھتے کماندار تو رُک جاتے تھے عباسؑ
تیر آتا تھا جب مشک پہ جھک جاتے تھے عباسؑ

ماتم تھا اِدھر گھر میں اُدھر روتے تھے شبیرؑ
واں چلتے تھے عباسِ علیؑ پر تبر و تیر
دریا سے بڑھے آتے تھے تولے ہوئے شمشیر
ہر سمت سے اُمڈا ہوا تھا لشکرِ بے پیر

ساحل پہ قیامت کی صف آرائی ہوئی تھی
لشکر تھا کہ دریا پہ گھٹا چھائی ہوئی تھی

فریاد کہ تھے لاکھ لعیں روکے ہوئے راہ
شمشیر بکف بیچ میں ابنِ اسداللہ
پیچھے سے پڑی تیغِ ستم دوش پہ ناگاہ
شاخِ شجرِ باغِ علیؑ قطع ہوئی آہ

اک ہاتھ تو ہمراہ گرا تیغِ دودم کے
اک ہاتھ تھا باقی وہ چلا ساتھ علم کے

گرنے لگا جسدم علمِ سیدِ والا
عباسؑ نے جھک کر اسے گردن سے سنبھالا
اک تیر لگا چشم پہ اور سینے پہ بھالا
بند آنکھیں ہوئیں منہ سے لہو شیر نے ڈالا

خم تھے کہ پڑا فرق پہ گرز ایک شقی کا
شق ہوگیا سر حضرتِ عباسِ علیؑ کا

ناگاہ یہ آوازِ علی دشت سے آئی
شبیرؑ خبر لے کہ تصدق ہوا بھائی
چلائی یہ زینبؑ کہ دھائی ہے دھائی
حضرت نے کہا لُٹ گئی بابا کی کمائی

تشریف شہِ ہردوسرا لائے ہیں زینبؑ
عباسؑ کے لاشے پہ علیؑ آئے ہیں زینبؑ

کچھ گُرزِ گراں بار کا صدمہ نہیں تھوڑا
سر پھٹ گیا پر مشک کو دانتوں سے نہ چھوڑا
نیچے جو گرے آپ کھڑا ہوگیا گھوڑا
پھر تیر نے مشکیزے کو اور سینے کو توڑا

پانی جو گرا عید ہوئی فوجِ عدو میں
مچھلی سے تڑپنے لگے عباسؑ لہو میں

جب ہاتھ قلم ہوگئے سقائے حرم کے

اور عرشِ بریں ہل گیا گرنے سے علم کے
مشکیزے میں پیوست ہوئے تیر ستم کے
مِندیل گری سر سے شہنشاہِ امم کے

غل پڑ گیا سقائے سکینہؑ ہوا زخمی
نیزے سے جگر تیر سے سینہ ہوا زخمی

پھر دیکھ کہ دریا کو یہ آواز سنائی
آواز نہیں دیتے ہو کیا مر گئے بھائی
آواز کے ساتھ انکی بھی آواز یہ آئی
آقا میرے جلد آؤ بہت دیر لگائی

مشکل سے بلند اتنی بھی آواز ہوئی ہے
اب موت کی ہچکی ہمیں آغاز ہوئی ہے

اتنے میں ترائی سے اٹھا شور قضارا
تب ایک بلندی سے کیا شہ نے نظارا
ہاتھوں سے کمر تھام کے زینبؑ کو پکارا
لو بہنا ترائی میں گھرا شیر ہمارا

بے اُنکے تو اب زیست گوارا نہیں زینبؑ
سب مر گئے اب کوئی ہمارا نہیں زینبؑ

دوڑے طرفِ نہر یہ کہتے شہِ تنہا
ہے ہے میرے مونس میرے عاشق میرے شیدا
لاشے پہ جو پہنچے تو گرے سیدِ والا
روکر کہا اے نام و نشانِ اسداللہ

ہم آئے ہیں اور آنکھوں کو کھولا نہیں جاتا
کیا درد ہے سینے میں جو بولا نہیں جاتا

بھائی کہا فرزند کہا اور مددگار
شہہؑ بولے کہ کچھ حد بھی غلامی کی ہے بھائی

اِس پر بھی کسی نام پہ بولے نہ علمدارؑ
بچپن سے تو ابتک میرے نعلین اٹھائی

دیکھا شہہؑ والا نے کہ لب ہلتے ہیں ہر بار
کچھ آرزوئے دل کہو اے حق کے فدائی

جھک کر جو سنا آہ تو کرتے ہیں یہ گفتار
وہ بولے کہ قسمت میں نہ تھی آج رسائی

نعلین اتارو تو قدم بوس میں ہولوں
شہزادیء سلطانِ مدینہ رہی پیاسی

اور کہہ کے غلام اپنا پکارو تو میں بولوں
سقہ میں بنا آہ سکینہؑ رہی پیاسی

ہے عرض یہ اور آخری ارمان بھی سن لو
لو عترتِ اطہار خدا حافظ و ناصر

جب حشر میں جبریلؑ کو یہ حکمِ خدا ہو
لو اکبرؑ دلدار خدا حافظ و ناصر

ہاں لاؤ غلامانِ حسینؑ ابنِ علیؑ کو
لو عابدؑ بیمار خدا حافظ و ناصر

اُس غول کے آگے میں ہوں اے سیدِ خشکو
لو اے شہِ ابرارؑ خدا حافظ و ناصر

دامانِ علم سب کو اُڑہاتا ہوا آؤں
شہزادیو بطحا و مدینہ کو نہ جانا

پانی تیرے شیعوں کو پلاتا ہوا آؤں
آقا میرے لاشے پہ سکینہؑ کو نہ لانا

اور ایک یہ حسرت میری عابدؑ کو سنانا
پیارے میرے جب گورِ غریباں تُو بنانا
تو لاکے سکینہؑ کو ترائی میں بٹھانا
صدقے کی طرح گرد میری لاش پھرانا

تلقین میں کہیو مجھے شیدائے سکینہؑ
اور قبر پہ لکھ دیجیو سقائے سکینہؑ

جب آفتابِ روزِ شہادت عیاں ہوا
فارغ نمازِ صبح سے پیر و جواں ہوا
اک شور طبلِ جنگ اُدھر ناگہاں ہوا
ہر ناصرِ حسینؑ اِدھر شادماں ہوا

پیشِ نظر تحفظِ دینِ رسولؐ ہے
اس راہ میں ہر اک مصیبت قبول ہے

تب شہؑ نے اٹھایا وہ علم خاک سے روکر
پھر خون سے بھائی کے پھریرے کو کیا تر
اور مشک چھدی باندھ دی پنجے کے برابر
اکبرؑ سے کہا چل کے پھپھی سے کہو دلبر

در پر رکھو سر کھولے ہوئے آلِ نبیؐ کا
دریا سے علم آتا ہے عباسِ علیؑ کا

دشتِ بلا میں گرمیء روزِ حساب ہے
اور ریگِ گرم پر شہِ گردوں جناب ہے
اک قلبِ مطمئن پسرِ بوترابؑ ہے
اور کیوں نہ ہو یہ جانِ رسالتمآب ہے

نکلا ہے گھر سے دیں کو بچانے کے واسطے
سب کچھ راہِ خدا میں لٹانے کے واسطے

رخصت حرم کی ہے شہِ گردوں اساس سے
طاقت نہ تھی کلام کی ہر چند پیاس سے
دیکھا کئے سکینہؑ کو حسرت و یاس سے
بولی وہ تشنہ کام شہِ حق شناس سے

کیا اس بلا کے بن سے تہیہ سفر کا ہے
صدقے گئی بتاؤ ارادہ کدھر کا ہے

عمو تمہارے چھوڑ گئے ہم کو جاں بلب
بی بی قدم پہ گر کے ہمیں کون روکے اب
تلواریں چل گئیں بنے قاسم پہ بے سبب
مرنا شباب میں علی اکبرؑ کا ہے غضب

تھی جن سے زندگی کی حلاوت وہ چھٹ گئے
دو تین گھر بھرے ہوئے ایکدم میں لُٹ گئے

فرمایا شہ نے ہاں یہ سفر ناگزیر ہے
آؤ گلے لگو کہ یہ صحبت اخیر ہے
اب آرزوئے قربِ خدائے قدیر ہے
تنہا ہیں ہم سپاہِ مخالف کثیر ہے

طے ہو یہ مرحلہ جو اعانت خدا کرے
جسکا نہ کوئی دوست ہو بی بی وہ کیا کرے

سن کر مصیبت پدرِ بیکس و حزیں
بولی بلائیں باپ کی لیکر وہ مہ جبیں
بابا سوائے آپکے میرا کوئی نہیں
نکلو بلا کے بن سے کہیں یا امامِ دیں

صدقے گئی مدینے چلو یا نجف چلو
لِلہ ساتھ لے لو مجھے جس طرف چلو

شہؑ نے کہا کہ بند ہیں راہیں پدر نثار
پھیلی ہوئی ہے چار طرف فوجِ نابکار
پیدل نکلنے پاتا ہے ناکوں سے نہ سوار
اس دشتِ کیں میں قید ہے زہراؑ کا یادگار

قاصد جو میرے نام کے خط لیکے آتے ہیں
سر کاٹ کر درختوں میں لٹکائے جاتے ہیں

ننھے سے ہاتھ جوڑ کے بولی وہ تشنہ کام
بتلایئے مجھے کہ یتیمی ہے کس کا نام
آنکھوں سے خوں بہا کے یہ کہنے لگے امامؑ
کُھل جائیگا یہ دردوالم تم پہ تا بہ شام

بی بی نہ پوچھو کچھ یہ مصیبت عظیم ہے
مرجائے جس کا باپ وہ بچہ یتیم ہے

جانا ہو دور شب کو جو آنا نہ ہو اِدھر
ضد کرکے روئیو نہ ہمیں چاہتی ہو گر
پہلے پہل ہے آج شبِ فرقتِ پدر
سورہیو ماں کی چھاتی پہ غربت میں رکھ کے سر

راحت کے دن گزر گئے یہ فصل اور ہے
اب یوں بسر کرو جو یتیموں کا طور ہے

مومنو مرنے کو میدان میں جاتے ہیں حسینؑ
بیبیاں روتی ہیں ہتھیار سجاتے ہیں حسینؑ
منہ سے منہ بالی سکینہؑ کے ملاتے ہیں حسینؑ
اشکِ خوں چشمِ مبارک سے بہاتے ہیں حسینؑ

چاند سے جسم پہ کپڑے ہیں کفن کی صورت
نگاہِ یاس سے تکتے ہیں بہن کی صورت

روکے فرماتے ہیں خواہر سے کہ بہنا آؤ
اس مسافر کے کلیجے سے ذرا لگ جاؤ
تمہیں زہراؑ کی قسم ہے نہ پچھاڑے کھاؤ
تھی میں بن بھائی کی اب دل کو یہی سمجھاؤ

اپنے کنبے کی جدائی کسے خوش آتی ہے
کیا کروں مجھ کو اجل چھین لئے جاتی ہے

یہ وصیت تمہیں کرتا ہوں رہے اسکا خیال
لوٹ لیں گے میرے بعد آکے یہ گھر بد افعال
منہ سے جز شکر نہ کچھ بولیو اے نیک خصال
چھین لیں گے جو ردا چہرے پہ بکھرائیو بال

میری خاطر سے یہ سب رنج اٹھانا زینبؑ
پر سکینہؑ کو طمانچوں سے بچانا زینبؑ

اے میرے فاقہ کش و بیکس و نادار بہن
اے میرے عاشق و صابر میری غمخوار بہن
اے میری دامِ مصیبت میں گرفتار بہن
بھائی دنیا سے چلا گھر سے خبردار بہن

جب میرا سینہ ہو تیغوں کا نشانہ زینبؑ
بال کھولے ہوئے میداں میں نہ آنا زینبؑ

سر کٹانے کی میرے اُس کو خبر ہو نہ کہیں
ورنہ مرجائیگی رورو کے سکینہؑ غمگیں
بن میری چھاتی کے اُسکو کبھی نیند آئی نہیں
رن میں اب پاؤں دھرے گا میری چھاتی پہ لعیں

کون اسِ بچی کا ہے ناز اٹھانے والا
ذبح ہوجائیگا سینے پہ سلانے والا

رحم آتا ہے مجھے اسکی یتیمی کا بہن
آج بن باپ کی ہوجائیگی یہ تشنہ دہن
مجھکو معلوم ہے جو دُکھ اسے دینگے دشمن
ہے غضب باندھینگے ان چھوٹے سے ہاتھوں میں رسن

چھوڑو بابا مجھے کہہ کر جو یہ چلائیگی
قبر میں فاطمہؑ کی روح تڑپ جائیگی

بھائی ممکن نہیں دوں آپکو مرنے کی رضا
مجھ کو پردیس میں برباد نہ کیجو بھیا
ہوں میں بن باپ کی بن ماں کی یہ ہے رحم کی جا
اب تو کوئی میرا وارث نہیں حضرت کے سوا

کسکو داغ اپنے کلیجے کے دکھاؤں ہے ہے
اپنی اماں کو کہاں ڈھونڈنے جاؤں ہے ہے

شہِ مظلوم نے کس درد سے کی یہ گفتار
واحسیناؑ کی ہوئی آلِ پیمبرؐ میں پکار
گر پڑی بھائی کے قدموں میں بہن با دلِ زار
کہتی تھی آپکی غربت پہ یہ بہنا ہو نثار

ابھی رخصت کا سخن منہ پہ نہ لانا بھائی
دم میرا تن سے نکل جائے تو جانا بھائی

اے مومنو مولا کی سنو عزت و توقیر
اب حال شہادت کا مفصل ہے یہ تحریر
بچہ چھ مہینے کا ہوا جب ہدفِ تیر
گردوں سے ندا آئی کہ بیکس ہوئے شبیرؑ

اعدا کے ستم عدل کی میزاں میں تلیں گے
جب حشر تلے فاطمہؑ کے بال کھلیں گے

کس شانِ غریبی سے کھڑے ہیں شہِ والا
اور جانکے بیکس انہیں کہتے ہیں یہ اعدا
اب تو تمہیں کچھ حوصلہ لڑنے کا نہ ہوگا
عباسؑ کی جرت پہ تمہیں ناز تھا کیا کیا

اب آپکا وہ جعفرِ طیارؑ کہاں ہے
وہ فوج کہاں ہے وہ علمدارؑ کہاں ہے

دیکھو تو محبو شہِ مظلوم کی تصویر
کس شان سے میدان میں استادہ ہیں شبیرؑ
تسبیح پہ تسبیح ہے تکبیر پہ تکبیر
اور ہوتے ہیں لاشے علی اکبرؑ سے بغلگیر

کہتے ہیں کہ سہرا علی اکبرؑ کا نہ دیکھا
اور گھٹنیوں چلتے علی اصغرؑ کو نہ دیکھا

کس مرتبہ تھے بھانجے اپنے تمہیں پیارے
دیکھو ہیں پڑے لاشوں میں وہ پیاس کے مارے
کہتے تھے کہ جیتا ہوں میں اکبرؑ کے سہارے
سو قتل کیا اسکو بھی لشکر نے ہمارے

کیا کیا نہ ادب کرتے تھے ہمشکلِ نبیؐ کا
سو مٹ گیا نقشہ بھی رسولِؐ عربی کا

اب لاشوں میں کیا پھرتے ہو پھر خیمے میں جاؤ
اور ہاتھوں پہ بچہ کوئی اصغرؑ سا لے آؤ
ہم تیر سے ماریں اسے تم قبر بناؤ
قاسمؑ سا بنا ہو تو کوئی اور بناؤ

مرنے کو اسے بھیج دو نوشاہ بنا کر
ہم لاش کو پامال کریں دیکھو تم آ کر

شہؑ کہتے تھے اب مونس و یاور نہیں کوئی
بس ایک ہی اکبرؑ تھا اب اکبرؑ نہیں کوئی
عباسؑ ہوئے قتل برادر نہیں کوئی
اصغرؑ کے لگا تیر اب اصغرؑ نہیں کوئی

بھجوائیں کسے مرنے کو تنہا یہ حزیں ہے
لاشہ بھی اٹھانے کو میرا کوئی نہیں ہے

بھیجو جو پسر اور ہو اکبرؑ سا تمہارا
پھر خیمے سے زینبؑ کو نکلواؤ دوبارہ
عرصہ ہوا عمامہ نہیں تم نے اتارا
اکبرؑ نہیں عابدؑ کا کرو داغ گوارہ

بازارِ قضا گرم ہے بیمار کو بھیجو
یا خیمے سے عباسؑ سے دلدار کو بھیجو

یہ کہکے جو رونے لگا لختِ دلِ زہراؑ
تیغِ دو زباں شاہ کی اسدم ہوئی گویا
ہیں تین شب و روز کے پیاسے میرے آقا
میں تو ہوں رفیق آپکی مولا یہ کہا کیا

یہ سچ ہے کہ اکبرؑ نہیں عباسؑ نہیں ہے
کیا تیغِ یداللہ تیرے پاس نہیں ہے

جب آئی صبحِ قتلِ امامِ فلک وقار
زینبؑ اٹھا کے ہاتھ یہ کہتی تھیں بار بار
پردیسیوں پہ رحم کر اے میرے کردگار
کیونکر جیونگی بھائی سے چھٹ کر میں سوگوار

سارا جہاں سیاہ ہے چشمِ پُرآب میں
سر ننگے میں نے دیکھا ہے اماں کو خواب میں

چھاتی سے پھر بہن کو لگا کر کہی یہ بات
زینبؑ میں جانتا ہوں کہ تڑپی ہو ساری رات
موت آئیگی ضرور اسے جو ہے ذی حیات
پھر حاصل اس سے کیا کہ یہ دنیا ہے بے ثبات

ماں کو پدر کو بھائی کو ہاتھوں سے کھوچکیں
تم تو کئی بزرگوں کو اس گھر میں رو چکیں

تھا اہلبیتؑ میں یہ طلاطم کہ ایکبار
گزری وہ شب سحر ہوئی مشرق سے آشکار
پڑھ کر نمازِ صبح امامِ فلک وقار
رخصت کو آئے خیمے میں با چشمِ اشکبار

فرمایا کیوں فلک پہ اثر کس کے غم میں ہے
زندہ ہوں میں ابھی میرا ماتم حرم میں ہے

سر کو پٹک پٹک کے جو حضرت ہو نوحہ گر
مرجاؤگی تو اور بھی برباد ہوگا گھر
تھامے گا کون ہوئیں گے بچے جو بے پدر
پیٹے گا کون ماتمی صف میں برھنہ سر

ذی رتبہ ہو بتولؑ کی نازوں کی پالی ہو
تم ہم سے بیکسوں کی بہن رونے والی ہو

چلائی اس بیان کو سن کر وہ ایکبار
میں جانتی تھی موت کا جب آئیگا پیام

وا حسرتا کہ مرنا گئی یہ جگر فگار
یٰس پڑھیگا میرے سرھانے میرا امام

میرے ہی تھا نصیب میں سب گھر کا کاروبار
ہوگا بڑا نمازِ جنازہ کا اہتمام

ماتم میں روؤں سب کے بنوں سب کی سوگوار
لاشے پہ آکے روئیں میرے اقربا تمام

غربت میں جب سفر میرا دنیا سے ہوئیگا
بن باپ کی ہوں میں میرے کام آئینگے حسینؑ

رونا تو اسکا ہے کہ مجھے کون روئیگا
اماں کی پائنتی مجھے دفنائینگے حسینؑ

بے شمع کربلا میں جو قندیلِ دیں ہوئی
دنیا میں تو علامتِ محشر تھی آشکار

ظلمت ہر اک سمت محیطِ زمیں ہوئی
مقتل میں ذوالجناحِ شہِ دیں تھا بے سوار

کعبے کی سمت فاطمہ مسند نشیں ہوئی
پھرتا تھا گرد لاشہء سید کے بار بار

بیتاب روحِ مرشدِ روح الامیں ہوئی
جیسے پسر کی لاش پہ مادر ہو بے قرار

غل تھا ستونِ عرشِ امامت گرادیا
کہتا تھا اے حسینؑ کہاں تجھ کو پاؤں میں

یعنی چراغِ بزمِ نبوت بجھادیا
بن تیرے خیمے گاہ میں کس طرح جاؤں میں

جس دم چلے تھے خیمے سے تم سوئے قتل گاہ
میرے سُموں سے لپٹی تھی آکر سکینہؑ آہ
میں رک گیا تھا پاسِ ادب سے میانِ راہ
مولا نے اُسکو پیار کیا اُس گھڑی وہ آہ

خالی جو اب سکینہؑ کے آگے میں جاؤنگا
پوچھے گی وہ جو آپکو میں کیا بتاؤنگا

زینب کھڑی تھی منتظر شاہِ کربلاؑ
ناگاہ آئی پشت جو گھوڑا نظر پڑا
چھوٹا سا کرتا غرق بخوں تیروں پر دھرا
تیروں کے پھل تھے زین میں پیوستہ جا بجا

تھا تنگ تو کٹا ہوا اُس خوش خرام کا
اور خاک پر لٹکتا تھا تسمہ لگام کا

کہتے ہیں دفن شاہؑ نے اصغرؑ کو جب کیا
دفنایا اُسکی لاش کو تھا پھاڑ کر عبا
اور اُسکا کرتا زین پہ گھوڑے کے رکھدیا
یعنی کہ باتو جان لے اصغرؑ ہوئے فدا

راہی جو گھر کو اسپِ شہِ دیں پناہ ہوا
تھا زین پر وہ چھوٹا سا کرتا ڈھلا ہوا

زینبؑ نے پوچھا تعزی یہ کیا ماجرا ہوا
اصغرؑ کو لے گئے تھے حسینؑ اُسکو کیا ہوا
جیتا ہے یا نشانہء تیرِ جفا ہوا
کُرتا ہے تیری زین پہ کِس کا لگا ہوا

بھیجا ہے تجھ کو شہؑ نے کفن کی تلاش کو
کیا بھائی دفن کرتے ہیں اصغرؑ کی لاش کو

ٹکرا کے سر کو خاک پہ بولا وہ رہوار
میں بے سوار ہوگیا مارا گیا سوار
کیا پوچھتی ہو بیکسیٔ شاہِ نامدار
جب کھائے زخم نوسدو پنجہ و یک ہزار

اُسدم تمہارے بھائی کو غش آیا جو زین پر
مجھ سے کہا کہ ٹیک دے گھٹنے زمین پر

اُس وقت آکے سینے پہ شمرِ لعیں چڑھا
خنجر رکھا گلے پہ تو کی چشم شہ نے آہ
کس بیکسی سے شاہؑ نے پانی طلب کیا
پانی دیا نہ شمر نے تو مجھ سے یہ کہا

اے گھوڑے روکیو تو درِ خیمہ گاہ کو
زینبؑ نہ دیکھے یوں میرے حالِ تباہ کو

برباد جب مرقعہء خیر النسا ہوا

یعنی قلم قلم چمنِ مرتضٰی ہوا
پھر قتل الحسین کا غل جا بجا ہوا
سبطِ نبیؐ پہ نرغہء اہلِ جفا ہوا

سوکھی زباں حسینؑ تو سب کو دکھاتے تھے
واں جبرئیل آنکھوں سے آنسو بہاتے تھے
یاں نیزہ کھا کے گھوڑے پہ شہ ڈگمگاتے تھے
واں حاملانِ عرشِ بریں کانپ جاتے تھے

زہرا کا چاند شام کے بادل میں گھر گیا
خنجر قلق کا زہرا کے دل میں اتر گیا

جنت میں تھا یہ حال رسولانِ نیک کا
بے تیغ کٹ رہا تھا گلا ایک ایک کا

گھوڑے سے پھر زمیں پہ گرے شاہِ دیں پناہ
آیا سرہانے تیغِ بکف شمرِ رُوسیاہ
بولا گلا کہ میں ہوں پیمبرؐ کی بوسہ گاہ
بیٹھا وہ اُس جگہ کہ نہیں جائے شرح آہ

زینبؑ نے بال کھول کے رن کو قدم بڑھائے
سیدانیاں بھی ساتھ چلیں گردنیں جھکائے
زینبؑ پکاری ہائے میرے بھائی جان ہائے
بھیا پکار لو یہ بہن کس طرف کو جائے

اس ظلم سے جو چرخِ کہن کانپنے لگا
ایسا حسینؑ تڑپے کہ رن کانپنے لگا

بھیجوں کسے تلاش کو سب میرے مر گئے
ڈھونڈے بہن کہاں میرے بھائی کدھر گئے

کٹتی تھیں واں گلے کی رگیں کون دے جواب
ہر بی بی بال کھولے ہوئے خاک اڑاتی تھی

ریتی پہ لوٹ لوٹ کے بولی وہ دل کباب
پر زوجہء حسینؑ کو کچھ بن نہ آتی تھی

اے آسماں کہاں ہے حسینؑ فلک جناب
جب سر کے کھولنے کے لئے ہاتھ اٹھاتی تھی

اے آفتاب کیا ہوا زہراؑ کا ماہِ تاب
تب دل ہی دل میں سوچ کے یہ کہتی جاتی تھی

کہہ اے فرات پیاسوں کا سلطاں کدھر گیا
زینبؑ کہاں ہے اور شہِ عالی کو کیا ہوا

اے کربلا بتا تیرا مہماں کدھر گیا
بارِ الٰہ بتا میرے والی کو کیا ہوا

زینبؑ پکاری آؤ گلے سے لگاؤں میں
ماں نے دلہن بنایا تھا بیوہ بناؤں میں
آؤ جبیں پہ خاک ملوں نتھ بڑھاؤں میں
مانگو دعا زمین پھٹے اور سماؤں میں

ہے ہے بچھڑ کے گورِ کنارے گئے حسینؑ
جیتی ہوں اور سنتی ہوں مارے گئے حسینؑ

مومنو راوی جاں سوز یہ کرتا ہے رقم

دفن جب کر چکے اصغرؑ کو شہنشاہِ اممؑ
ابھی یہ کہہ نہ چکا تھا پسرِ شاہِ نجف

بولے اعدا سے میری زیست میں عرصہ ہے کم
سو ہزار اہلِ جفا ٹوٹ پڑے تیغِ بکف

اب تو خیمے میں بھی جانے کے نہیں قابل ہم
سب کمانداروں کے تیر اور دلِ شبیرؑ ہدف

علی اصغرؑ نہ ہو منہ بانوؑ کو دکھلاؤں میں
گرد جلاد تھے اور بیچ میں زہراؑ کا خلف

اب تو سر کاٹ لو دنیا سے گزر جاؤں میں
ہو کے بیہوش گرے جب شہِ دیں گھوڑے سے

آیا غصے میں قریں شاہؑ کے وہ بداختر
ساتھ ہی کود پڑا شمرِ لعیں گھوڑے سے

تیغ اک ہاتھ میں اک ہاتھ میں کھینچے خنجر
کہہ تو دوں آگے عمل اُس پہ تو کر یا نہ کر

بے ادب نے جو یہ چاہا کہ چڑھے سینے پر
شمر بولا کہ بھلا خیر کہو اے سرورؑ

شاہؑ چپکے سے یہ بولے کہ ٹھہر شمر ٹھہر
کہا شہؑ نے کہ میں جب قتل ہوں زیرِ خنجر

سُن لے دنیا میں میرے بعد تجھے رہنا ہے
قبلہ رُو لاش لٹا دینا اُڑہا کر چادر

تجھ سے کچھ اپنے یتیموں کیلئے کہنا ہے
اور اتنا تو میری روح پہ احساں کرنا

دیکھ سیدانیوں کے سر کو نہ عریاں کرنا

الغرض قید بھی تُو کیجوء رانڈوں کو مگر　　بیٹی اک تین برس کی ہے سکینہؑ میری آہ
منہ چھپانے کیلیئے دیجیو اک اک چادر　　دیکھ تو اسکو طمانچے نہ لگانا گمراہ
تیسرے فاقے سے ہیں سب حرمِ پیغمبرؐ　　میں نے نازوں سے اسے پالا ہے خالق ہے گواہ
فاقہ تڑوائیو ان سب کا برائے داور　　وہ جو روئے نہ گھڑکنا نہ گھڑکنا واللہ

پیاسے بچوں کو میرے پانی ذرا سا دینا　　کل تلک تھی یہ میرے سینے پہ سونے والی
اور اگر پانی نہ دینا تو دلاسا دینا　　آج ہے صاحبِ ماتم مری رونے والی

بغض مجھ سے تھا سواب میں تو زمانے سے چلا　　شمر بولا کہ سکینہؑ کو بہت چاہتے ہو
رہا عابدؑ سو وہ بیمار ہے محتاجِ دوا　　شہؑ نے فرمایا کہ ہاں سب سے ہے پیاری مجھکو
ہے ورم پاؤں پہ نازک ہے بہت اسکا گلہ　　سنگدل بولا کہ بس خیر تم اب کچھ نہ کہو
طوق اور بیڑیاں بھاری نہ ہوں اے اہلِ جفا　　میں نہیں سنتا سکینہؑ کی سفارش نہ کرو

پاس کرنا نہ میرا خوفِ الٰہی کرنا　　میں طمانچہ اسے مارونگا گھڑک بھی دونگا
تازیانہ کوئی مارے تو منع ہی کرنا　　جتنی دیجائیگی ایزا میں سب اسکو دونگا

دھیان میں آپ کے کہنے کو نہ لاؤنگا میں
شاہؑ رونے لگے اور سینے پہ جلاد چڑھا

ننگے سر آلِ پیمبرؐ کو پھراؤنگا میں
آئی زینبؑ کی صدا ہائے برادر میرا

گھر تو کیا مسندِ شبیرؑ جلاؤنگا میں
خوف شہؑ کو ہوا زینبؑ کے نکل آنے کا

طوق اور بیڑیاں عابدؑ کو پہناؤنگا میں
دیکھ کر شمر کو شہؑ نے سوئے خیمہ دیکھا

بے ردائی تو ہے ناموسِ پیمبرؐ کیلئے
لب نہ ہل سکتے تھے جو کہتے کہ جاؤ زینبؑ

تازیانہ ہے فقط عابدؑ مضطر کیلئے
ہاتھ اٹھا کر کہا ڈیوڑھی پہ نہ آؤ زینبؑ

الغرض شمر نے حلقوم پہ پھیرا خنجر
سن کے زینبؑ کی صدا ہٹ گئے سب اہلِ جفا

بال کھولے ہوئے زینبؑ نکل آئی باہر
شہِ بیکس کے لبِ خشک سے آئی یہ صدا

پہنچی اس وقت مگر آنکے جب لاشے پر
شمر سینے پہ ہے گردن پہ ہے شمشیرِ جفا

جبکہ نیزے پہ چڑھاتا تھا عدو شاہؑ کا سر
جاؤ ہمشیر کہ یہ وقت نہیں ملنے کا

رو کے چلائی کہ میداں میں بھی آئی زینبؑ
مجمع ء عام ہے چادر تو سنبھالو زینبؑ

اور بھائی کے گلے ملنے نہ پائی زینبؑ
میرے آگے سے سکینہؑ کو ہٹا لو زینبؑ

جب ہوا رن میں محمدؐ کا نواسہ بے سر

خیمۂ عترتِ اطہار میں پہنچی یہ خبر — کبھی فریاد تھی لب پر تو کبھی کرتی تھی آہ
کیا کہوں تھا جو درِ خیمہ پر برپا محشر — ہاتھ پکڑے ہوئے اک چھوٹی سی لڑکی ہمراہ
چھوڑ کر سب کو چلی اک ضعیفہ باہر — کبھی کہتی تھی کہاں ہے پسرِ شیر الٰہ
کبھی بے ہوش کبھی بیتاب نظر آتی تھی — کبھی کہتی تھی کہ مقتل کی بتادو مجھے راہ
پاؤں چادر میں الجھتا تھا تو گر جاتی تھی — شامیوں رحم کرو فاطمہؑ کی جائی ہوں
کبھی کہتی تھی کہ بھائی کو بتادو لوگو — تشنہ لب بھائی سے ملنے کیلئے آئی ہوں
شکل شبیر کی نادان کو دکھادو لوگو — کبھی گھبرا کے یہ کہتی تھی برادر دیکھو
باپ سے لاڈلی بیٹی کو ملادو لوگو — اک نظر بھر کے سوئے زینب مضطر دیکھو
ملنے آئی ہے سکینہ یہ سنادو لوگو — راستہ روکے ہوئے ہیں یہ بد اختر دیکھو
کہدو حضرت سے اک آواہ وطن آئی ہے — تم تک آنے نہیں دیتے ہیں ستمگر دیکھو
شوقِ دیدار میں خیمے سے بہن آئی ہے — چاند سی شکل سکینہ کو دکھادو بھائی
اذن آنے کا لعینوں سے دلادو بھائی

قریبِ کوفہ جو رانڈوں کا کارواں آیا

کھلے سروں کے تماشے کو سب جہاں آیا
امامِ ہردوجہاں مثلِ ساربان آیا
زبانِ حال سے کرتا یہی بیاں آیا

برہنہ کعبہ میرا جد ہے حیدرِ کرار
خدا کی راہ میں دی جس نے اشترونکی قطار
ہم آج کھینچتے ہیں اُشتر حرم کی مہار
نہ ہے بدن پہ عبا اور نہ سر پہ ہے دستار

نہ وہ طعام میں ہے ذائقہ نہ پانی میں
مزا ملا ہے جو رانڈوں کی ساربانی میں

گلوئے شاہ سے تلوار کا مزا پوچھے
مرے قدم سے کوئی خار کا مزہ پوچھے

چچا کو باپ کو بھائی کو میرے قتل کیا
ہمیں بخار ہے لیکن نہیں دوا و غذا
تمام راہ میں فاقے پہ فاقہ ہم نے کیا
پر اس پہ کہتے ہیں چل جلد جلد واویلا

لقب جہان میں اب بے پدر ہمارا ہے
یہ کنبہ بلوے میں سب ننگے سر ہمارا ہے
عجیب حال میانِ سفر ہمارا ہے
جہاں پہ بیٹھ گئے وہ ہی گھر ہمارا ہے

خدا کسی کو نہ ڈالے ستم میں اعدا کے
کہوں تو کیا میں کہوں امتی ہیں نانا کے

قضا کی جھولیوں میں سب نبیؐ کے پھول گئے
ہمیں تو موت بھی اور شاہِ دیں بھی بھول گئے

نبیؐ کی آل ہے بلوے میں آج ننگے سر
یہ بات عابدِؑ بیمار نے جو فرمائی

ہر ایک انُ پہ حقارت سے کر رہا ہے نظر
شُتر سے زینبؑ غم دیدہ تب یہ چلائی

پدر کی لاش پڑی ہے زمین کے اوپر
نثار تیری غریبی پہ ہو یہ دکھ پائی

سر انکا نیزہء خولی پہ ہے لہو میں تر
سنبھل سنبھل کے چلو اے پدر کے شیدائی

پدر نہیں جو ہماری مدد کو آئیگا
ہجومِ عام میں سر ننگے ہم کو لائے ہیں

خدا ہی ہم کو اب اس قید سے چھڑائیگا
ستم کی فوج نے کانٹے یہاں بچھائے ہیں

اب اسطرح سے روایت میں مومنو ہے رقم
ہمیں بتاؤ کہ پھٹتی ہماری چھاتی ہے

کہ پہنچے جب درِ کوفہ کے پاس اہلِ حرم
کہ اس شہید سے بوئے قرابت آتی ہے

لٹک رہی تھی وہاں لاشِ مسلمِ پرُغم
یہ لاش ہم کو غریبی عجب دکھاتی ہے

نگاہ پڑگئی زینبؑ کی اُس پہ ہائے ستم
پھپھی بتاؤ سکینہؑ کی جان جاتی ہے

کہا سکینہ نے رو کہ جی تڑپتا ہے
قسم خدا کی نہیں دل کو چین ہے اماں

یہ کس شہید کا لاشہ پھپھی لٹکتا ہے
یہ بیکسی میں مثالِ حسینؑ ہے اماں

پھپھی سے کی یہ سکینہؑ نے جس گھڑی تقریر
جنابِ عابدِ بیکس نے بھی یہ رو کے کہا

تو سر کو پیٹ کے بولی یہ زینبِؑ دلگیر
خدا کے واسطے کھولو ہمارے ہاتھ ذرا

کہ کس طرح سے نہ احوال ہو ترا تغیر
چچا کی لاش کو سجادؑ بھی کرے پرسا

پھوپھی نثار یہی ہے ہراولِ شبیرؑ
یہ سن کے لاشہءِ مسلمؑ بھی ہائے کانپ گیا

سوائے شکرِ الٰہی نہ کچھ کلام کرو
کہا پکار کے زین العباؑ سلام علیک

چچا کی لاش ہے صدقے گئی سلام کرو
یتیمِ سبطِ رسولِ خدا سلام علیک

کہا یہ زینبؑ بیکس نے لاشِ مسلمؑ سے
صدا یہ لاشہءِ مسلمؑ سے آئی اے خواہر

تمہارے دیس میں آئی ہوں بھائی جاں پھر کے
تمہارے پائے مقدس ہماری آنکھوں پر

میں سر برہنہ ہوں چادر کوئی اڑھاؤ مجھے
ہزار حیف کہ بھائی ہوئے تہہ خنجر

تمہارے بھائی مع اقربا کے قتل ہوئے
قلق ہے روح کو بہنا چھپاؤ اپنا سر

تباہ حال ہے مشکل کشا کی جائی کا
کہاں سے لائے ردا بھائی تجھ بہن کیلئے

بہن کو دیجئے پرسہ حسینؑ بھائی کا
کہ میری لاش تو محتاج ہے کفن کیلئے

عزیزو بیوہء مسلمؑ نے جب یہ حال سنا
صدا یہ لاش کے حلقِ بریدہ سے آئی

پکاری اے میرے والی یہ ظلم تم پہ ہوا
کہ موت کھینچ کے ہم کو تھی اس جگہ لائی

رقیہؑ دخترِ مسلمؑ نے بھی با آہ بکا
مرے بھی دل میں ہے فرقت نے آگ بھڑکائی

دکھا کے خاک بھرے بال لاش سے یہ کہا
پر اپنے بس میں نہیں ہے تمہارا شیدائی

لگاؤ سینے سے دل کو غمِ جدائی ہے
فدا ہوا تیرا بابا شہِ مدینہ پر

یتیم آپ کی بابا رقیہؑ آئی ہے
بلائیں لے کہ تُو قربان ہو سکینہؑ پر

عزیزو حادثہء نو سنو بغور ذرا
کہ جس گھڑی درِ کوفہ میں شہؑ کا سر پہنچا
مع سناں سرِ شبیرؑ معجزے سے جھکا
ہر ایک زخمِ بدن چوم چوم کر یہ کہا

تمہارے بعد گلا ہم نے بھی کٹایا ہے
تمہاری لاش سے ملنے حسینؑ آیا ہے

تنہا شبِ فرقت میں بکا کرتی تھیں صغراؑ
دن آمدِ اکبرؑ کے گنا کرتی تھیں صغراؑ
جینے کی نہ صحت کی دعا کرتی تھیں صغراؑ
زہراؑ کی لحد سے یہ کہا کرتی تھیں صغراؑ

بیمار کو بیکس کو مسیحا سے ملا دو
صدقے گئی دادی مجھے بابا سے ملا دو

(3)

اسطرح سے اب راوی ءصادق نے ہے لکھا
تشویش میں جب چاند محرم کا بھی گزرا
پردیسیوں کا نامہ و پیغام نہ پہونچا
اک لڑکی نے ایک روز کہا آکے کہ صغراؑ

کیا روتی ہے دل شاد ہو بابا تیرا آیا
اے فاطمہؑ بیمار مسیحا تیرا آیا

(2)

جب مرقدِ زہراؑ سے یہ کہتی تھی وہ دکھیا
ہوتی تھی صدا قبرِ پیمبرؐ سے یہ پیدا
دادی ہے کہاں جس سے یہ تو کہتی ہے صغراؑ
شبیرؑ کے ہمراہ لحد سے گئی زہراؑ

رونا ہے تیری دادی کو لاشے پہ پسر کے
اب آئیگی شبیرؑ کا چالیسواں کرکے

(4)

پھر بازوؤں کو تھام کے بیکس کو اٹھایا
اور مادرِ عباسؑ کو بھی پاس بلایا
بیمار کو دروازے پہ لیجاکے بٹھایا
صغراؑ کو مدینے میں تلاطم نظر آیا

دیکھا کہ بہم کوچوں میں سب چھوٹے بڑے ہیں
سب آمدِ شبیرؑ کے مشتاق کھڑے ہیں

اک غول ہوا دور سے ناگاہ نمودار
تھی جسمیں صدا ہائے حسینؑ کی ہر ایک بار
اُس غول کے حلقے میں بشیرِ جگر افگار
یہ مرثیہ پڑھتا ہوا آتا ہے با تکرار

اے اہلِ وطن چین سے کیا بیٹھے ہو گھر میں
گھر لُٹ گیا احمدؐ کے نواسے کا سفر میں

(7)

اک عماری کا ہوا آہ نمودار
تھے جسکی مہار آپ لئے عابدِ بیمارؑ
انبوہِ خلائق جو سوا ہوتا تھا ہر بار
سجادِ حزیں کرتے تھے اک اک سے یہ گفتار

اِس اونٹ سے مل کر نہ چلو بے ادبی ہے
یہ اُشترِ بانوئے حسینؑ ابنِ علیؑ ہے

(6)

ظاہر تھے مدینے میں تو یہ حشر کے آثار
جو اونٹ ہوئے آلِ پیمبرؐ کے نمودار
غل پڑ گیا لو آئی ہے وہ عطرتِ اطہار
وہ اونٹ پہ سجادؑ بھی سر ننگے ہے اسوار

وہ زین ڈھلا گھوڑا ہے فرزندِ نبیؐ کا
دیکھو وہ علم آتا ہے عباسِ علیؑ کا

(8)

باگاہ شتر بانوئے مغموم گیا تھم
سجادؑ کو محمل سے پکاری وہ بصد غم
اس بھیڑ کو سرکاؤ کہ رکتا ہے میرا دم
روضے پہ محمدؐ کے مجھے لیچلو اس دم

کیا وجہ سواری میری اس جا جو کھڑی ہے
بولا کوئی صغراؑ یہاں بے ہوش پڑی ہے

بانوؑ نے کہا لوگو میرا اونٹ بٹھادو
بچھڑی ہوئی بیٹی کو گلے میرے لگادو
دل ڈھونڈ رہا ہے میرا صغراؑ کو دکھادو
عابدؑ تمہیں پردہ میری محمل کا ہٹادو

میں سنتی ہوں آواز مجھے دیتی ہے صغراؑ
(11) تم کہدو بلائیں تیری ماں لیتی ہے صغراؑ

کچھ عورتیں روتی ہوئی واں آئیں کھلے سر
اور واسطے پردے کے لگیں روکنے چادر
دل بانوؑ کا بھر آیا لگی کہنے یہ رو کر
جس سے میرا پردہ تھا چلا اُس پہ تو خنجر

بے وارثی ہوں بیوہ و مغموم و حزیں ہوں
پردہ نہ کرو پردے کے قابل میں نہیں ہوں

(10) القصہ شتر بانوں نے واں اونٹ بٹھائے
اور محمل و ہودج سرِ دروازہ لگائے
بانوؑ جو اترنے لگیں گردن کو جھکائے
سجادؑ پکارے نہ یہاں اب کوئی آئے

بیوہ شہِ بیکس کی اترتی ہے محبو
(12) مادر علی اکبرؑ کی اترتی ہے محبو

زینبؑ کے اترنے کی وہاں آئی جو باری
منہ اپنا سوئے کرب و بلا کرکے پکاری
اے بھائی کہاں ہو میں تمہارے گئی واری
تم آکے اتارو تو بہن اترے تمہاری

ہو دور مگر صاحبِ اعجاز بڑے ہو
آؤ یہاں اور روک کے چادر کو کھڑے ہو

زینبؑ کو صدا روحِ برادر کی یہ آئی
خواہر تیرے ہمراہ یہاں آیا ہے بھائی
موجود ہے یاں روحِ شہِ کرب و بلائی
تم شوق سے اترو اسداللہ کی جائی

سب جانتے ہیں صاحبِ عصمت تو بڑی ہے
مادر میری رو کے ہوئے پردے کو کھڑی ہے

آخر جب اسیروں کو ملا حکمِ رہائی
زینبؑ نے صفِ ماتمِ مظلوم بچھائی
ذکرِ غمِ شبیرؑ کی بنیاد بنائی
قاتل ہی کے گھر مجلسِ مقتول سجائی

یہ ذاکرہ یوں رازِ ستم کھول رہی تھی
زینبؑ نہ تھی خود کرب و بلا بول رہی تھی

جب شام کے زنداں میں شہیدوں کے سر آئے
سب بیبیوں نے پیاروں کے سر دل سے لگائے
لیکن دلِ زینبؑ پہ رہے فرض کے سائے
رکھے رہے سر بچوں کے اُس نے نہ اٹھائے

اُس وقت بھی شبیرؑ کا آغوش میں سر تھا
یہ حق کے مبلغ کیطرف حق کا سفر تھا

یہ مجلسِ اول تھی شہِ جن و بشر کی
یہ پہلی کرن شام میں پھوٹی تھی سحر کی
اِس ذکر سے تطہیر ہوئی فکر و نظر کی
تبلیغ کی یہ پہلی مہم ذکر نے سر کی

کچھ ایسے سلیقے سے یہ بنیاد پڑی ہے
صدیوں کے ستوں گر گئے تعمیر کھڑی ہے

سر کرلیا جب شام کی تاریخ ادا کو
یہ قافلہء درد چلا کرب و بلا کو
مل سکتی تھی اب دادِ وفا اہلِ وفا کو
آنکھوں سے لگانا تھا مزارِ شہداء کو

سرورؑ کو سنانا تھا کہ تا شام ہوا کیا
سالار سے کہنا تھا کہ نائب نے کِیا کیا

کہتی تھی کہ آئی ہے بہن دیکھ لو بھیا
بازو پہ نشاناتِ رسن دیکھ لو بھیا
اجڑا ہوا زہراؑ کا چمن دیکھ لو بھیا
لائی ہوں شہیدوں کے کفن دیکھ لو بھیا

بھیا دلِ غمدیدہ کی فریاد تو سن لو
جو گزری ہے تا شام وہ روداد تو سن لو

یہ قافلہ پہنچا جو سرِ مقتلِ شبیرؑ
دیکھا جو مزاروں کو تو سینے میں لگے تیر
نظروں میں ابھر آئی فدا کاروں کی تصویر
اب مرقدِ شبیرؑ تھا اور زینبؑ دلگیر

یوں جزبے نظر ساعتِ قتلِ شہِ دیں تھی
اک خون کا دریا تھا فلک تھا نہ زمیں تھی

پھر کرنے لگی کوفے کے بازار کی باتیں
طوق و رسن و عابدِ بیمارؑ کی باتیں
رُسوائیوں کی شام کے دربار کی باتیں
زنداں کے سلگتے در و دیوار کی باتیں

ذکر آیا سکینہؑ کا جو زنداں کے بیاں میں
بھرا گئی آواز وہ لُکنت تھی زباں میں

تھرا گئی تربت بھی سکینہؑ کے بیاں پر
اور اشکوں سے زینبؑ کے زمیں ہوتی رہی تر
بھائی سے بس اتنا کہا شرمندہ ہے خواہر
اے بھائی کفن تک نہ ہو اُسکو میسر

رو رو کے تھکی اتنی کہ چُپ ہوگئی بچی
جس گوشے میں بیٹھی تھی وہیں سوگئی بچی

سر اپنا پیٹ کے فضہ سے ہند نے پوچھا
ارے بتا تو سہی کیا حسینؑ قتل ہوا
جبھی تو خواب میں زہراؑ کو ننگے سر دیکھا
وہی حسینؑ وہی ہے یہ دخترِ زہراؑ

غضب ہوا شہِ والا سے چھٹ گئی زینبؑ
حسینؑ قتل ہوئے اور لٹ گئی زینبؑ

کہتی تھی یہ رو رو کے اِدہر زینبؑ مضطر
روتی تھیں اُدہر بیبیاں پیاروں کی لحد پر
دو تربتیں اشکوں سے مگر ہو نہ سکی تر
زینبؑ نے سنا کہتی ہوں ماں جیسے یہ رو کر

کس یاس سے تکتے ہیں تجھے دیر سے زینبؑ
ان بچوں کو بھی ایک نظر دیکھ لے زینبؑ

پکاری فضہؑ زباں بند کر تو اے خشخو
مجال ہے یہ کسی کی جو لوٹے زینبؑ کو
ذرا تو غور سے اے بی بی تم بھی تو دیکھو
حسینؑ بھائی ہو عباسؑ جسکا بھائی ہو

وہ بی بی قید میں بلوے میں جائے عبرت ہے
بہن حسینؑ کی ہو بے ردا قیامت ہے

پکاری ھند کہ اچھا نہ حال بتلاؤ
میں ہاتھ جوڑتی ہوں کچھ تو دیر فرماؤ
کہا کنیزوں سے حاکم تلک ذرا جاؤ
وہ سر جو طشت میں رکھا ہے جلد لے آؤ

کہو یزید سے واپس جو ہو کے آؤنگی
قسم حسینؑ کی اِس سر کو ساتھ لاؤنگی

یہ ذکر تھا کہ کنیزوں کا اژدھام آیا
سرِ حسینؑ لیے شمرِ زیست کام آیا
پکاری بنتِ علیؑ موت کا پیام آیا
بہن کا نام بتانے سرِ امامؑ آیا

کنیزوں نے سرِ سلطانِ مشرقین رکھا
حضور ھند کے لاکر سرِ حسینؑ رکھا

یہ سن کے چند کنیزیں ہوئیں روانہ اُدھر
اور اس طرف دلِ زینبؑ پہ چل گیا خنجر
سنا سکینہؑ نے آتا ہے یاں سرِ سرورؑ
کہا یہ ھند کی بیٹی سے بادلِ مضطر

وہ سر جو آئے تو تم اپنی ماں سے لے لینا
بہن خدا کیلئے تم وہ مجھ کو دے دینا

سرِ حسینؑ جو آیا محل میں مثلِ ماہ
پکاری ھند کہ کیا شکل ہے سبحان اللہ
لو آؤ قیدیو اب دیکھو قدرتِ اللہ
صدا یہ سر سے سنی لا الہ اللہ

بہن کہاں ہو نہ شرماؤ گو یہ زلت ہے
خدا کی راہ میں بے پردگی بھی عزت ہے

صدا یہ سنتے ہی آئی بتولؑ کی جائی
قریب ھند کے آکر یہ بات فرمائی
حسینؑ ذبح ہوئے اور میں قید میں آئی
چھپاؤں کیا کہ بتاتے ہیں خود مجھے بھائی

لے بی بی فاطمہؑ کے نورِ عین کا پرسہ
میں تجھ کو دیتی ہوں بھائی حسینؑ کا پرسہ

اک زمیندار کھڑا تھا یہ کیا اُس سے کلام
کسکی یہ فوج ہے اور کسکے یہ لاشے ہیں تمام
یہ جو زخمی ہے کھڑا لاشوں میں کیا اسکا ہے نام
رو کے وہ شخص پکارا کہ ہے رونے کا مقام

ہیں یہ جلاد جو کھینچے ہوئے شمشیریں ہیں
اور زہراؑ کے مرقع کی یہ تصویریں ہیں

یوں رقم کرتا ہے اب راوی، مغموم و حزیں
ایک دولھا لئے جاتا تھا برات اپنی کہیں
وہبِ کلبی تھا لقب تھا وہ غلامِ شہِ دیں
دور سے اسکو نظر آگئی مقتل کی زمیں

دل پہ شبیرؑ کے ماتم کا اثر ہونے لگا
دیکھ کر گنجِ شہیداں کی طرف رونے لگا

اور یہ مظلوم جو کھاتا ہے کھڑا نیزہ و تیر
ہے سخی ابنِ سخی اور امیر ابنِ امیر
وطن آوارہ مصیبت زدہ بیکس دلگیر
ہے یہی تین شب و روز کا پیاسہ شبیرؑ

اب تلک صبح سے لوٹا گیا باغِ زہراؑ
اب یہ بے رحم بجھاتے ہیں چراغِ زہراؑ

یوں تو یاں ایک سے ایک ظلم ہوا شہؑ پہ سوا
تین صدموں میں مگر صبر کا یارا نہ رہا
اک جوں اسکا بھتیجا تھا حسنؑ کا بیٹا
شب کو وہ دولھا بنا صبح شہیدوں میں ملا

اسکے مرنے کی خبر شہؑ نے جو پہنچائی تھی
ماں دلھن کو لئے سر ننگے نکل آئی تھی

تیسرا حادثہ میں کیا کہوں پھٹتا ہے جگر
اسکا ایک بیٹا تھا اٹھارہ برس کا اکبرؑ
برچھیوں سے ابھی مارا گیا رن میں وہ پسر
ہیف ہے دفن ہوئی رات کو جسکی مادر

غمِ اکبرؑ میں اسے کیا کہوں کیونکر دیکھا
سب نے میدان میں زینبؑ کو کھلے سر دیکھا

دوسرا غم ہے کہ اک بھائی تھا اسکا صفدر
جب سے وہ مرگیا سیدھی نہیں ہوتی ہے کمر
اب بھی روتا ہے اسے ہائے برادر کہہ کر
بے کفن لاش وہ اُسکی ہے پڑی دریا پر

ابھی وہ لاش عجب درد سے تھرائی تھی
لڑکی اک ہائے چچا کہہ کے جو چلائی تھی

عزیزو شام کے زنداں میں جب حرم آئے

عجیب شان سے وہ کشتۂ الم آئے
حیا کے مارے کئے گردنوں کو خم آئے
قدم قدم پہ اٹھاتے غم و الم آئے

وہ قید خانہ وہ ذریتِ رسولِ خداؐ
سوائے کجروی ٔ چرخ اور کہیے کیا
گزر کے دن جو شب آئی تو اور قہر ہوا
سکینہؑ روکے پکاری کدھر گئے بابا

بلا کشوں نے مکاں رہنے کو وہ پایا تھا
بجز فلک نہ شجر کا بھی کوئی سایہ تھا

اندھیرے گھر میں میری جان نکلی جاتی ہے
نہ نیند آتی ہے مجھکو نہ موت آتی ہے

کوئی ذرا میرے بابا سے کہدے یہ جاکر
سکینہؑ مرتی ہے حضرت کو کچھ نہیں ہے خبر
چلے گئے ہیں چچا جان میرے ہائے کدھر
ذرا سکینہؑ کا احوال دیکھیں تو آکر

بلائیں لیکے یہ کہتی تھی بانوئے پرغم
ہماری گود میں آؤ سلائیں تم کو ہم
وہ روکے کہتی تھی اماں تمہیں خدا کی قسم
ہمارے کانوں کو دیکھوتو کس قدر ہے ورم

پڑی ہوں خاک پہ تکیہ ہے اور نہ بستر ہے
لہو سے کانوں کے کرتہ ہمارا سب تر ہے

گلے کے درد سے کس طرح مجھ کو نیند آئے
بس اب دعا یہ کرو تم سکینہؑ مرجائے

یہاں تو خانہء زنداں میں تھا یہ حشر عیاں
جھکا کے سر کو پکاری سنی تھی کل جو خبر

محل میں ہند نے جسدم سنی صدائے فغاں
وہ کس زباں سے کروں عرض کانپتا ہے جگر

خواصِ خاص سے اُس نے کیا یہ رو کے بیاں
خدا یہ جھوٹ کرے بہرِ احمدؐ و حیدرؑ

کسی سے پوچھو تو ان قیدیوں کا گھر ہے کہاں
سنا ہے کٹ گیا تن سے کسی حسینؑ کا سر

فغاں سے ان کے کلیجے کے ٹکڑے ہوتے ہیں
نبیؐ کا لال شہِ مشرقین خیر سے ہو

یہ کون مرگیا کس کہ یہ لوگ روتے ہیں
خدا کرے میرا آقا حسینؑ خیر سے ہو

پکاری ہند کنیزوں کو ڈیوڑھی پہ ابھی جاؤ
اسی خیال سے سینے میں ہے جگر بے چین

ہوں قید خانے میں چلتی سواری جلد منگاؤ
الٰہی خیر سے ہو فاطمہؑ کا نور العین

خواصِ خلعتِ پُرزر جو لائی بولی ہٹاؤ
محل سے وہ جو پیادہ چلی بہ شیون وشین

لباسِ ماتمی ہوئے تو کوئی مجھ کو پہناؤ
علیؑ علیؑ تھا زباں پرہ کبھی حسینؑ حسینؑ

برہنہ سر ابھی حیدرؑ کو خواب میں دیکھا
صدا یہ دیتی محل دار آگے جاتی ہے

سیاہ پوش پیمبرﷺ کو خواب میں دیکھا
ہٹو ہٹو کہ زنِ میرِ شام آتی ہے

خبر یہ بنتِ یداللہ نے سنی جسدم
درِ خرابہ پہ پہنچی جو ہندِ نیک سیر

کہ ہند آتی ہے زندان میں بہ جاہ و حشم
تو اسکی لونڈیوں نے دی صدا یہ بڑھ بڑھ کر

ردا کہاں تھی چھپاتی جو سر وہ کشتہء غم
اسیرو بیٹھے ہو کیا بیڑیوں پر رکھے سر

یہ کہکے اُس نے ملی خاک منہ پہ ہائے ستم
حضور دیکھیں گی تم لوگ جلد آؤ ادھر

نبیؐ سا نانا ہو جس کا علیؑ پدر ہوئے
ردائیں دینگی تمہیں اور مال و زر دینگی

غضب ہے قید میں وہ بی بی ننگے سر ہوئے
یقین ہے کہ رہا قید سے بھی کردینگی

خواصیں پیچھے ہٹیں اور بڑھی وہ نیک سیر
یہ حال دیکھ کے دل ہند کا ہوا بے چین

بروئے خاک نظر آئی اُس کو اک دختر
بلائیں لیکے کہا کس کی تم ہو نور العین

گلے میں اُس کے پھٹا کرتہ ہے لہو میں تر
یہ کیا زمین پہ لکھتی ہو تم بہ شیون وشین

زمیں پہ انگلی سے لکھتی ہے کچھ وہ خستہ جگر
سکینہؑ پیٹ کے کہنے لگی حسینؑ حسینؑ

بلائیں لیتی ہے اور اشکبار ہوتی ہے
میں کیا بیان کروں میرا دم نکلتا ہے

پدر پدر کبھی کہتی ہے اور روتی ہے
یہ نام لکھنے سے کچھ میرا دل بہلتا ہے

عابد کو جب یزید سے بابا کا سر ملا

سر کیا ملا کہ مرہمِ زخمِ جگر ملا
مدت کے بعد باپ کے سر سے پسر ملا
ماہِ صفر میں شام سے حکمِ سفر ملا

بہنوں نے باری باری لیا گود میں وہ سر
زینبؑ نے ہونٹ دکھدئے بھائی کے ہونٹ پر
دریا بہا کے اشک کے بولی وہ نوحہ گر
بھیا پھری ہے آپکی ہمشیر در بہ در

دیکھا جو اہلبیتؑ نے فرقِ جناب کو
تاروں نے آکے گھیر لیا ماہ تاب کو

جس روز سے جدا ہوئی میں دم سے آپ کے
نیزوں سے پشت زخمی ہے دل غم سے آپ کے

بھیا ہماری تم کو خبر ہے کہ یا نہیں
بھیا ہمارے سر سے ردائیں اتار لیں
بھیا تمہاری بہنیں یہاں رسی میں بندھیں
بھیا تمہاری بیٹی کے ہیں سیلیاں لگیں

دسواں بھی بیسواں بھی ہوا قید ہی میں ہائے
بھیا تمہارا فاتحہ بھی ہم نہ کرنے پائے
کتنا کہا کہ یاں کوئی بھائی کے سر کو لائے
پر کیا شقاوت انکی یہ خواہر تمہیں بتائے

خنداں ہمارے حال پہ اسدم شریر تھے
بھیا ہم ایک رسی میں بارہ اسیر تھے

جب فاتحہ کا آپکے ہم نام لیتے تھے
پانی بھی اس دن ہم کو یہ ناری نہ دیتے تھے

روئی یہ بین کرکے جونہی بنتِ مرتضٰی — زینبؑ سے کہہ رہا تھا یہ فرقِ شہِ ہدیٰ
لکھا ہے تھر تھرا گیا فرقِ شہِ ہدٰی — ناگاہ آئے حضرتِ عابد برہنہ پا
پیدا ہوئی گلوئے بریدہ سے یہ صدا — ہاتھوں کو اپنے جوڑ کے زینبؑ سے یوں کہا
زینبؑ خموش باش کہ اب عرش ہل گیا — اماں مری کہاں ہیں بتاؤ بپئے خدا

یہ تو بتاؤ شاہِ ولایت کے واسطے — سب ہیں یہاں پر آہ میری جان جاتی ہے
کچھ بد دعا تو کی نہیں امت کے واسطے — بانوؑ کے رونے کی نہیں آواز آتی ہے

تھرا گئی یہ سنتے ہی زینبؑ بصد فغاں — بھاوج کے آگے گر پڑی زینبؑ بچشمِ تر
ڈھونڈا ہر اک سمت کو با چشمِ خونفشاں — چھاتی سے سر لگا کے پکاری وہ نوحہ گر
دیکھا سکینہؑ بالی کا نکلا تھا دم جہاں — رونا تو ہے نصیبوں میں اے بھابی عمر بھر
واں غش میں ہے پڑی ہوئی بانوئے خستہ جاں — سر آیا ہے حسینؑ کا کچھ ہے تمہیں خبر

سینہ ہے چاک چاک تو دل دردمند ہے — اٹھو کہ چھوٹا قید سے کنبہ امامؑ کا
ہے ہے سکینہؑ جان کا نوحہ بلند ہے — ماتم کرو حسینؑ علیہ السلام کا

جسدم حسنؑ کا زہر سے ٹکڑے جگر ہوا
سہ پارہ دل کا آہوں سے زیر و زبر ہوا
سم کا جو روئے پاک پہ ظاہر اثر ہوا
حال اس امامِ پاک کا اسدم دیگر ہوا

راحت میں فرق اور شکم میں خلل پڑا
کٹ کر کلیجہ طشت کے اندر نکل پڑا

دوڑیں جنابِ زینبؑ بیکس برھنہ پا
دیکھا کہ لوٹتے ہیں بچھونے پہ مجتبیٰؑ
بولی یہ سر کو پیٹ کے وہ غم کی مبتلا
ہے ہے بہن نثار ہو بھائی یہ کیا ہوا

کیا پھر کسی نے زہر دغا سے پلادیا
کس نے میرے کلیجے پہ خنجر پھرا دیا

بستر پہ دردِ دل سے تڑپنے لگے امام
صدمے سے سبز ہونے لگا روئے سرخ فام
چلائے ہاتھ سے یہ کلیجے کو تھام تھام
دوڑو بہن کہ وقت ہمارا ہوا تمام

یہ کہتے کہتے زرد رخِ پاک ہوگیا
چلاتے تھے کہ ہائے جگر چاک ہوگیا

تکیہ لگا رہے تھے حرم جو ادہر اُدہر
بازو کو تھام لیتی تھیں کوئی تو کوئی سر
فرمایا لاؤ طشت ہوا زہر کا اثر
رہ رہ کے کوئی کاٹتا ہے تیغ سے جگر

بڑھتا تھا جب کہ درد جگر میں امامؑ کے
جھکتے تھے بار بار کلیجے کو تھام کے

آئے حسینؑ اتنے میں باچشمِ اشکبار
چلاتے تھے کہ آپکی غربت کے میں نثار
شبر گلے کو چوم کے کہتے تھے بار بار
میں تم پہ صدقے اے میرے نانا کے یادگار

مجھ سے زیادہ ظلم و ستم تم پہ ہوئینگے
ہم قبر میں تمہاری مصیبت پہ روئینگے

دردِ جگر سے غش ہوئے شاہِ فلک جناب
غمگیں تو تھے حسینؑ ہوا اور اضطراب
حاضر تھی روحِ احمدؐ و زہراؑ و بوترابؑ
واں آسماں پہ ہوگئے باغِ جناں کے باب

سر پیٹو مومنو کہ قضا کرگئے حسنؑ
بن بھائی کے حسینؑ ہوئے مرگئے حسنؑ

بھیا تمہار گود میں نکلے گا میرا دم
تم دوگے ہم کو غسل و کفن جب مرینگے ہم
ہوگا تمھارے پاس نہ کوئی بجز الم
قاتل سرہانے ہوئیگا یا خنجرِ ستم

شبر تو بعدِ برگ بھی راحت سے سوئیگا
لاشہ تمہارا گھوڑوں سے پامال ہوئیگا

پہنچا جو شہرِ کوفہ میں رانڈوں کا قافلہ

حاکم کے فتح پانے کا اک جشن تھا بپا
بجتے تھے شادیانے مسلسل جگہ جگہ
تھی سر برھنہ بی بیاں بیمار ننگے پا

اک دوسرے سے مل کے عدو شاد ہوتے تھے
زینبؑ کی سمت دیکھ کے سجادؑ روتے تھے

مسکن تھا شہرِ کوفہ میں امِ حبیبہ کا
بیٹھی تھی اک ضعیفہ اسیروں میں باوقار

عاشق تھی وہ حسینؑ کی زینبؑ پہ تھی فدا
اک پیاسی بچی گود میں روتی تھی زار زار

شوہر کسی مہم پہ تھا اسکا گیا ہوا
بچی ضعیفہ سے یہی کہتی تھی بار بار

رہتی تھی روزوشب وہ اسی غم میں مبتلا
انِ سے سوالِ آب کروں کیا میں سوگوار

کچھ عورتوں نے آکے کہا قیدی آتے ہیں
سن کر حبیبہ نے کہا میں پانی لاتی ہوں

چل تو بھی لوگ انکے تماشے کو جاتے ہیں
نامِ حسینؑ بچی کو پانی پلاتی ہوں

جام ایک لاکے اُس نے سکینہؑ کو جب دیا
سر کو جھکا کے امِ حبیبہ نے پھر کہا

زینبؑ پکاری حق میں کرو اس کے تم دعا
ہوجاتی ہے قبول یتیموں کی سب دعا

بولیں سکینہؑ بی بی بتا دل کا مدعا
بچے میرے یتیم نہ ہوں صدقہ زہراؑ کا

اُس نے کہا کہ فتح ہو شوہر کی با خدا
اُنکو مصیبتوں سے بچائے بچے خدا

بولیں سکینہؑ یہ کہ دعا مستجاب ہو
کی یہ دعا سکینہؑ نے بچے کریم ہوں

شوہر اگر ہو حق پہ تیرا فتحیاب ہو
فرزند مومنہ کے نہ یارب یتیم ہوں

پھر اُس نے رو کے بالی سکینہؑ سے عرض کی
اے بی بی اب تو دل کی تمنا ہے بس یہی
عرصے سے شاہزادی سے اپنی نہیں ملی
دیکھوں جو میں تو اُن کو کھلے دل کی یہ کلی

زینبؑ نے پوچھا بی بی کا کیا تیرے نام ہے
منہ پیٹ کر وہ بولی حیا کا مقام ہے

چہرے سے بال ہٹا کے یہ بولی وہ نوحہ گر
امِ حبیبہ تجھ کو ہماری نہیں خبر
کرب و بلا میں قتل ہوئے شاہِ بحر و بر
زینبؑ ہے تیرے سامنے بلوے میں ننگے سر

جی بھر کے شاہزادیء یثرب کو دیکھ لے
ہو کر اسیر آئی ہے زینبؑ کو دیکھ لے

پھر اُس نے اُن کے گوشِ مبارک میں یہ کہا
زینبؑ ہے نام فاطمہ زہراؑ کی بیٹی کا
یارب رہے بتول کی شہزادی خوش صدا
سر پر ہمیشہ سایہ ہو اُنکے حسینؑ کا

زینبؑ نے پوچھا کیا اُنہیں پہچانتی ہو تم
یہ تو بتاؤ کب سے اُنہیں جانتی ہو تم

مظلومیت سے رو کے یہ سجاد نے کہا
حاکم کی گر خوشی ہے تو پھر عذر ھمکو کیا
بازاروں میں تو پھر چکے بے مقنع و ردا
آساں کریگا مشکلِ دربار بھی خدا

حاضر ہیں لے چلو ہمیں ہمراہ لے چلو
سر پر نہیں حسینؑ جہاں چاہو لے چلو

کچھ اب بھی اوڑھنے کے لئے دو گے یا نہیں
حاکم کا سامنا ہے سروں پر ردا نہیں
لائے ہو اپنے شہر میں کچھ بھی حیا نہیں
کیسے عرب ہو تم کو حمیت ذرا نہیں

سیدانیوں کو کچھ تو مدارات چاہئے
چادر بجائے ھدیہ و سوغات چاہئے

رانڈیں پکاری سچ ہے حقیقت میں ہے یونہی
پر اپنا منہ تو خاک کے قابل بھی اب نہیں
یہ وقت وہ ہے ہم سے کنارہ کرے زمیں
پیوندِ خاک کیوں نہ ہوئے پیشِ شاہِ دیں

منظور ہے ہمیں کہ سروں پر ردا نہ ہو
سر ننگے ہی چلیں گے ہم اچھا خفا نہ ہو

وہ بولے اب قبول کوئی التجا نہیں
سے سے حیا ہے پر ہمیں تم سے حیا نہیں
حاکم کے دشمنوں پہ تراحم روا نہیں
کچھ تم کو احتیاجِ لباس و غذا نہیں

بوسیدہ وارثوں کے لہو سے جبیں تو ہے
چہروں پہ خاک اور لگا لو زمیں تو ہے

پر اتنا ٹھرو وارثوں کے سر سے پوچھ لیں
شاہِ امم کے فرقِ منور سے پوچھ لیں
عباس ابنِ حیدرِؑ صفدر سے پوچھ لیں
دربار جانے کو علی اکبرؑ سے پوچھ لیں

مردہ نہ سمجھو انکو یہ حیدر کے پیارے ہیں
مختار ہم نہیں ہیں یہ مالک ہمارے ہیں

نیزوں پہ نصب تھے جو شہیدوں کے سر تمام
زینبؑ نے بڑھ کے بھائی کے سر کو کیا کلام
چلائے اے ذبیحِ خدا شاہِ تشنہ کام
مرضی ہے کیا حضور کی کہتے ہیں کیا امام

جاؤں نہ جاؤں سیدِ زیباہ کیا کروں
اب سامنا یزید کا ہے آہ کیا کروں

زنداں سے جب چلے سوئے دربارِ اہلبیتؑ
مظلوم اہلبیت دل افگار اہلبیتؑ
زنجیر و طوق میں تھے گرفتار اہلبیتؑ
آفت نصیب بے کس و لاچار اہلبیتؑ

کچھ عورتیں ہیں اور کئی بچے صغیر ہیں
ایک تنگ ریسمان ہے بارہ اسیر ہیں

نامِ یزید سنکے یہ بچے دہلتے ہیں
سجاد سر جھکائے ہوئے ہاتھ ملتے ہیں
بولو حسینؑ بولو کہ اب دم نکلتے ہیں
آئی ندا کہ تم بھی چلو ہم بھی چلتے ہیں

اسِدم جو سر کھلے سرِ دربار جاؤگے
امت کے بخشوانے کو محشر میں جاؤگے

یارو میں کس زباں سے سناؤں وہ ماجرا
کس طرح شمر کھینچ کے ان سب کو لے چلا
زینبؑ کو پیشِ تختِ ستمگر کھڑا کیا
حاکم نے مسکرا کے یہ زینبؑ سے پھر کہا

بیعت نہ کی حسینؑ نے میری تو کیا ہوا
برباد خاندانِ رسولِ خدا ہوا

یہ سن کے بنتِ فاطمہؑ کو آ گیا جلال
بولیں کہ او یزید زباں اپنی تو سنبھال
ہوتا اگر رضا پہ نہ راضی علی کا لال
پھر اسکے سر کو کاٹتا کوئی بھی کیا مجال

گھر کو لٹا کے عشقِ الٰہی میں مر گئے
جو عاشقوں کا کام تھا شبیرؑ کر گئے

پہلے تو خوب چہرہ ء زینبؑ پہ کی نظر
پھر آہِ سرد بھر کے یہ بولی بچشمِ تر
اے بے نصیب بی بی اٹھاؤ زمیں سے سر
کچھ اپنا حال مجھ کو سنا دوست جانکر

کیا درد ہے جگر میں جو بے چین ہوتی ہو
اے بی بی کس غریب کے ماتم میں روتی ہو

زینبؑ یہ کہہ رہی تھی کہ ناگاہ غل اٹھا
ہندہ محل سے آتی ہے بے مقنع و ردا
گھبرا کے اپنے تختِ سے حاکم کھڑا ہوا
ہندہ بھی آن پہونچی بصد نالہ و بکا

تھرا گیا یزید کو خجلت بڑی ہوئی
زینبؑ کے آگے آنکے ہندہ کھڑی ہوئی

ہندہ قدم پکڑ کے یہ بولی با اشک و آہ
یہ انکسار صاف شرافت کا ہے پتہ
ہے نقش میرے دل پہ کہ تم سب ہو بے گناہ
مقبولِ ذوالجلال ہو در حال ہے تباہ

سردارِ قوم یا کوئی عالی وقار ہو
اور یا کسی رسول کے تم رشتے دار ہو

اس گفتگو نے کردیا زینبؑ کو بیقرار
غش کھا کے گر پڑی نہ رہا دل پہ اختیار
بانو پکاری تھام زباں ہند دل فگار
بانو میں ہی ہوں زوجہء شبیرؑ نامدار

خنجر گلے پہ نائبِ حیدرِ کے دھر دیا
شوھر نے تیرے بی بی مجھے بیوہ کردیا

ہندہ نے دل پکڑ لیا اور رو کے یہ کہا
فریاد گھر جنابِ محمدؐ کا لُٹ گیا
پھر رو کے اک خواص سے بولی وہ باوفا
تُو جا کے چادریں میرے گھر سے اٹھا کے لا

نا محرموں میں آلِ رسالتمآب ہیں
میری رسول زادیاں سب بے نقاب ہیں

زینبؑ سے پوچھتی ہے تُو زینبؑ کی کیا خبر
زینبؑ یہی ہے غش جو پڑی ہے زمین پر
اکبر کے بیاہ کا میرے آگے نہ زکر کر
بن بیاہ نامراد ہوا قتل وہ پسر

اک بیٹا چھ مہینے کا بے گور بن میں ہے
سجادؑ بچ گیا تھا تو طوق و رسن میں ہے

لائیں خواصیں جا کے ردائیں بصد حجاب
زینبؑ کے آگے لے گئیں ہندہ جگر کباب
بولیں یہ ہدہ لائی ہوں اے بنتِ بوترابؑ
تم اوڑھ لو انہیں تو میں ہوں داخلِ ثواب

اپنا سمجھ کے مجھ سے ردائیں یہ لیجئے
اور سارے اہلبیتؑ کو تقسیم کیجئے

زینبؑ کو پھر اڑھانے لگیں آپ وہ ردا
زینبؑ کو عرق آ گیا بولیں کہ ٹھہر جا
بھائی کے سر سے پوچھ لوں مرضی ہے انکی کیا
چادر کے لینے سے کہیں بھائی نہ ہوں خفا

واجب متابعت ہے شہِ مشرقین کی
مشہور ہے جہان میں غیرت حسینؑ کی

ہندہ نے انکسار سے جس وقت یہ کہا
معجز نما نے معجزہ اپنا دکھا دیا
ناگاہ طشتِ زر سے شہِ دیں کا سر اٹھا
لکھا ہے یہ کہ قدِ آدم بلند ہوا

آنکھوں سے خوں بہا کے پکارا سرِ حسینؑ
ہندہ سے لے لو چادریں اے خواہرِ حسینؑ

ہندہ یہ سنکے رونے لگی دھاڑ مار کر
اور دیکھ اُن سروں کو یہ بولی وہ نوحہ گر
واری یہ لونڈی آپکی اے شاہِ بحرو بر
زینبؑ سے کہدو نذر میری لے وہ بےخطر

آقا میری زباں سے معجز نمائی کر
مشکل کشا کے لاڈلے مشکلکشائی کر

حاکم کوفہ مدینے کے جسدم خبر گئی
سبطِ نبیؐ کو فوجِ ستم قتل کرگئی
کھیتی جنابِ فاطمہؑ کی خوں میں بھرگئی
تا شہرِ شام بنتِ علیؑ ننگے سر گئی

سچ ہے کہ کس طرح دلِ انساں کو کل پڑے
دشمن تھا وہ بھی دو مگر آنسو نکل پڑے

سنکر یہ حال مادرِ عباسِ نیکنام
کچھ اژدھام میں گئیں منبر کے جب قریب

پہنچی جو تا بہ مسجدِ پیغمبرِ انام
سر کو جھکا کے کہنے لگا اسطرح خطیب

مردوں سے عورتوں نے یہ بڑھکر کیا کلام
کس خانداں سے ہے یہ ضعیفہ بلا نصیب

ہٹ جاؤ راہ دو کہ ادب کا ہے یہ مقام
بولا کوئی کہ عاشقِ شاہنشہِ غریب

حالِ حسینؑ سننے کو تشریف لاتی ہیں
یہ آسماں کنعاں ہیں عصمت پناہ ہیں

بیت الشرف سے مادرِ عباسؑ آتی ہیں
ام البنیں ہیں زوجہ ء شیرِ الٰہ ہیں

رونے لگا خطیب یہ سنکر بصد کمال
اس نے کہا کہ حضرتِ عباسؑ نیکنام

بولا کہ اے ضعیفہ ء ذی قدر و خشخصال
فرمایا ہاں حسینؑ تو آقا ہیں وہ غلام

کچھ اپنے چاروں بیٹوں کا تجھ کو نہیں ملال
قاصد نے عرض کی کہ جب آئی تھی فوجِ شام

فرمایا پہلے کہہ پسرِ فاطمہؑ کا حال
چاروں تھے قتل گاہ میں پروانہء امام

بیٹوں کی کب خبر مجھے اپنی خبر نہیں
ظاہر اس ایک لال سے لشکر کا اوج تھا

میرا سوا حسینؑ کے کوئی پسر نہیں
عباسِ نامدارؑ علمدارِ فوج تھا

تھرا کے تب یہ کہنے لگیں وہ اسیرِ غم
ہے ہے میرے امام سے کیا بات کی رقم
کیوں نام میرے بیٹوں کا لیتا ہے دمبدم
حالِ حسینؑ کہہ کے نکلتا ہے میرا دم

میں ناتواں کی فکر میں تو اور فکر میں
زکرِ غلام کرتا ہے آقا کے زکر میں

جسدم سنا یہ زکر تو صدمہ ہوا کمال
غصے سے کانپ کانپ کے بولیں وہ خشخصال
پھر کہیو کیا کہا یہ میرے باوفا کا حال
جیتا تھا وہ شہید ہوا جب حسینؑ کا لال

گر یہ کِیا تو خُوب ہی خوش میرا دل کیا
اُس نے حسینؑ کی روح سے مجھکو خجل کیا

بولا وہ جب شہید ہوا قاسمِ حسینؑ
اُسدم گرا حسینؑ پہ کوہِ غم و محن
نکلے تھے ننگے سر حرمِ سرورِ زمن
غل تھا کہ بیوہ ہوگئی اک رات کی دلہن

رخصت طلب حسینؑ سے عباسؑ ہوتے تھے
حضرت لپٹ لپٹ کے برادر سے روتے تھے

قاصد کو اس کلام سے حیرت ہوئی زیاد
بولا کہ اے ضعیفہء ناشاد و نامراد
للہ کر نہ شکوہء عباسِ خوش نہاد
سُن پہلے مجھ سے معرکہ آرائیء جہاد

تھا عشق اُسکو فاطمہؑ کے نورِ عین سے
عباسؑ کی وفا کوئی پوچھے حسینؑ سے

بھائی کے پاس شاہ کا جانا کہوں میں کیا
ہر اک قدم پہ ٹھوکریں کھانا کہوں میں کیا
ہاتھوں سے سر پہ خاک اڑانا کہوں میں کیا
منہ چوم کر گلے سے لگانا کہوں میں کیا

بھائی سے ایسے لپٹے کہ سب خوں میں بھر گئے
منہ رکھ کے پائے شاہؑ پہ عباسؑ مر گئے

ام البنیںؑ نے پھر یہ کہا سر کو پیٹ کر
قاصد بتا کہ زینبؑ بیکس گئیں کدھر
اُس نے کہا کہ راہ میں تھا جب میں نوحہ گر
جاتے تھے اہلبیتِ محمدؐ برھنہ سر

ثابت لباس بھی نہ کسی کے بدن میں تھا
مشکل کشاء کی بیٹی کا بازو رسن میں تھا

قاصد بصد یہ حالِ علمدار کہہ چکا
مسجد میں نوجوانوں کے رونے کا غل ہوا
ام البنیںؑ نے شکر کا سجدہ کیا ادا
اور دونوں ہاتھ اُٹھا کے کہا سوئے کربلا

بیٹا گلہ میں کرتی تھی تجھ نورِعین کا
تقصیر میری بخش دے صدقہ حسینؑ کا

صغرا کیلئے تحفہء غم لاتیں ہیں زینبؑ

بے سبطِ نبیؐ سوئے وطن آتی ہیں زینبؑ
جو پوچھتا ہے شاہ کو شرماتی ہیں زینبؑ
منہ کرکے بقیعہ کو یہ چلاتی ہیں زینبؑ

اماں کہو منہ کسکو دکھاؤں میں وطن میں
سب پوچھتے ہیں بھائی کو اور بھائی ہے رنمیں

ایسی نہ جدائی ہو کسی بھائی بہن میں
بھائی رہے جنگل میں بہن آئے وطن میں
جسدم میرے بھائی کا گلا کٹتا تھا زمیں
میں آپکو چلاتی تھی اُس رنج و محن میں

واں تو نہ سنی آپ نے فریاد ہماری
اب لُٹ کے یہاں آئی ہوں دو داد ہماری

سب لڑکیوں سے کہتی ہیں تم مجھ کو سنبھالو
ہمجولیوں گھر سے میری دادی کو بلادو
رستے کی ہے جو خاک میری زلفوں پہ ڈالو
بابا موئے اب لو میرے ارمان نکالو

پردیسیوں کے سوگ کا آئین بتادو
کالی کفنی گھر میں کسی کے ہو تو لادو

زینبؑ کی تو تھی مرقدِ زہراؑ سے یہ گفتار
صغراؑ تھی سرِ راہ کھڑی ششدرو ناچار
اور غل تھا کہ ہے ہے کوئی لشکر نہ علمدار
سب وارثوں میں زندہ ہیں اک عابدِ بیمار

اک نہر لہو کی ہے کہ آنکھوں سے بہی ہے
بیمار مسیحا کیلئے پیٹ رہی ہے

القصہ چلیں سوئے فدک مادرِ عباسؑ
پر دلمیں تھے سو طرح کے اندیشہ و وسواس
سر ننگے بشیر اُسطرف آیا بادلِ یاس
دیکھا جو جلال انکا لگا کہنے وہ بے آس

سیدانیوں کی شان و شکوہ آپ میں سب ہے
پر گھر سے نکل آنا قیامت ہے غضب ہے

بتلاؤ تو کیا ایسی مصیبت پڑی تم پر
جو اوڑھ کے برقعے کو نکل آئی ہو باہر
بولیں کہ سوا ہے کوئی غم اس سے برادر
سنتی ہوں کہ شبیرؑ میرا ہوگیا بے سر

کیا جانے تُو ناموس ہوں کس شاہِ ہدیٰ کی
رہگیروں سے میں بات کروں شان خدا کی

پہلے تو تعمل کیا پھر بولیں وہ دکھیا
شبیرؑ کی میں لونڈی ہوں اور قاصدِ صغراؑ
دکھیاری کا لونڈی کا بھلا نام و نشاں کیا
جزلم کا پسر روکے پکارا کہ میں سمجھا

یوں بہرِ حسینؑ اب جو سراسیمہ رواں ہو
تم ہو نہ ہو عباسِ علمدارؑ کی ماں ہو

وہ کہنے لگا دل میں یہ با حسرت و دردا
اس بی بی کو سننے سے فقط صدمہ ہے ایسا
زینبؑ نے تو خنجر کے تلے بھائی کو دیکھا
یہ ہوتیں جو مقتل میں تو پھٹ جاتا کلیجہ

بولا تیرے بچھڑوں سے خدا تجھ کو ملادے
مخدومہ ذرا اسمِ شریف اپنا بتا دے

یہ کہہ کے لگا پیٹنے سر اپنا وہ ناشاد
عباسؑ کی ماں نے کہا کیوں کرتا ہے فریاد
وہ بولا کہ عباسِ علیؑ آئے مجھے یاد
تم قاصدِ صغراؑ ہو تو میں قاصدِ سجادؑ

عابدؑ کا فرستادہ میں لایا ہوں ادھر کو
جو پوچھنا ہو پوچھ لو جاتی ہو کدھر کو

تھرا کے گریں خاک پہ اور پوچھا کئی بار
کیوں بھائی نہ دیکھوں گی میں شبیرؑ کا دیدار
خیر اب میرے محبوب کا احوال کر اظہار
وہ کہنے لگا کونسا حال اے جگر افگار

تنہائی کا مظلومی کا یا بے وطنی کا
فاقوں کا جراحت کا کہ تشنہ دھنی کا

یہ سنتے ہی اک مرتبہ بس طیش سا آیا
بولیں یہ غضب کا کلمہ تونے سنایا
سیدانیوں نے گھوڑے پہ سید کو بٹھایا
سب فوج نے کیا ہاتھ رفاقت سے اٹھایا

کیا کوئی عزیزوں میں بھی حاضر نہ وہاں تھا
سب ایک طرف خاص غلام انکا کہاں تھا

فاقوں کی تو یہ حد ہے کہ جینے سے ہوئے سیر
ہے پیاس کا یہ نکتا کہ تڑپے تہہِ شمشیر
زخموں کی ہے یہ شرح کہ جیسے زبر و زیر
تنہائی تھی ایسی کہ پیادہ رہے تا دیر

جن جن کا سہارا تھا جواب اس نے دیا تھا
سیدانیوں نے مل کے سوار انکو کیا تھا

قاصد نے کہا مر چکا تھا حرِؑ خوش انوار
یہ کہنے لگیں حرؑ نہیں عباسِؑ علمدار
بچپن میں جسے کاندھے پہ شہہؑ کرتے تھے اسوار
عباسؑ نے تھامی نہ رکابِ شہِ ابرار

کن آنکھوں سے دیکھا گیا یہ بھائی کا صدمہ
ہے ہے میرے سید پہ یہ تنہائی کا صدمہ

زینبؑ نے رکابِ شہِ دیں تھامی جو بھائی
اسوقت بھی غیرت میرے بچے کو نہ آئی
میں نے جو اسے دودھ کی تھی دھار پلائی
اقرار لیا ہو جیو حضرت پہ فدائی

نے گھر کی نہ محفل کی نہ دنیا کی نہ دیں کی
اے وائے مقدر نہ رہی میں تو کہیں کی

آواز بقیعے کی طرف سے ہوئی پیدا
بی بی تیرا عباسؑ تو ہے محسنِ زہراؑ
قاصد بھی پکارا کہ خطا کیسی گناہ کیا
نیکوں سے برائی بھی کہیں ہوتی ہے حاشا

سیدانیوں نے خدمتِ شبیرؑ جو کی تھی
یہ مرچکا تھا شہؑ کی کمر ٹوٹ چکی تھی

پھر مڑ کے بقیعے کی طرف کو یہ پکاری
یا فاطمہؑ للہ خطا بخشو میں واری
عباسؑ سے کیا کام میں لونڈی ہوں تمہاری
محشر میں کہیں منہ نہ پھرا لینا میں واری

میرا کوئی جز شمرؑ و شبیرؑ نہیں ہے
بیٹے کی خطا ہے میری تقصیر نہیں ہے

فوجِ شبیرؑ پہ جب ہو چکی اعدا کو ظفر

بیٹھا تھا کرسیء زریں پہ تکبر سے عمر
گرد سردار تھے سب نزر لئے ہاتھوں پر
پر وہ کہتا تھا ابھی لونگا نہ نذرِ لشکر

ٹھہرو ٹھہرو میں ابھی شمر کو خلعت دے لوں
نذر پہلے سرِ فرزندِ پیمبر لے لوں

تھا یہ سامان کہ آیا وہاں شمرِ اکفر
خنجر اک ہاتھ میں اک ہاتھ میں شبیرؑ کا سر
جھوم کر فخر سے کہتا تھا یہ وہ بد اختر
ہے شجاعانِ عرب میں کوئی میرا ہمسر

بادشاہِ ملک و جن و بشر کو مارا
حاکمِ انجم و خورشید و قمر کو مارا
میں نے ہمشکلِ پیمبرؐ کے پدر کو مارا
جسکو معراج ہوئی اسکے پسر کو مارا

میں نے اُس شیر کے فرزند کے سر کو کاٹا
جسکی شمشیر نے جبریلؑ کے پر کو کاٹا

سینہ شق کرکے میں زہراؑ کا جگر لایا ہوں
کاٹ کر پنجتنِ پاک کا سر لایا ہوں

آفریں کہہ کے اٹھا کرسیء زریں سے عمر
اور لیا ہاتھ میں اپنے سرِ ابنِ حیدرؑ
سر کی مظلومی وغربت پہ جو کی اُس نے نظر
دیکھا رخساروں پہ اشکوں کی روانی کا اثر

وہ لگا کہنے کہ یہ تو نہیں مجھکو معلوم
ذبح کے وقت یہ کہتے تھے امامِ مظلوم
ہائے بے پردگیء زینبؑ و امِ کلثومؑ
شاہؑ تو روتے تھے اور کاٹتا تھا میں حلقوم

شمر سے پوچھا کہ جب ذبح یہ ہوتے ہونگے
ہے یقیں اکبرؑ ناشاد کو روتے ہونگے

نہ حیا شاہؑ پہ آئی نہ مروت آئی
ایک روداد پہ لیکن مجھے رقت آئی

جب ہوا سینے پہ اسوار نہ رحم آیا مجھے
حلق پر رکھی جو تلوار نہ رحم آیا مجھے
تڑپے کیا کیا شہِ ابرار نہ رحم آیا مجھے
پانی پانی کہا دو بار نہ رحم آیا مجھے

قسمیں دے دے کے وہ کیا کیا مجھے سمجھایا کی
کوثر و خلد کا اقرار بھی فرمایا کی
ذبح کرتا رہا میں اور وہ چلایا کی
کان میں ہائے حسینؑا کی صدا آیا کی

پر ہر اک ضرب پہ چھاتی میری پھٹ جاتی تھی
کوئی بی بی میرے خنجر سے لپٹ جاتی تھی

بولا وہ کون یہ غمخوارِ شہِ والا تھی
سرِ شبیرؑ پکارا میری ماں زہراؑ تھی

جب آئے لٹ کے حرم روضہء رسولؐ پہ آہ

گرے مزارِ مبارک پہ عابدِ ذیجاہ
بڑا ستم کیا امت نے یا رسولِؐ زمن

اٹھا کے ہاتھ یہ فریاد کی بہ نالہ و آہ
کیا حضور کے پیاروں کو ذبح تشنہ دہن

تباہی آگئی ہم بیکسوں پہ یا جداہ
رہا سناں پہ سرِ پاک اور زمیں پہ بدن

یتیم ہوکے یہ ناشاد کام آیا ہے
لٹے ہم ایسے کہ بابا کو دے سکے نہ کفن

پدر کو کھو کے وطن میں غلام آیا ہے
نہ دن کو تھی ہمیں راحت نہ چین راتوں کو

گئیں لحد پہ پھر اسطرح زینبؑ محزوں
جکڑ دیا تھا رسن سے ہمارے ہاتھوں کو

کہ ایک ہاتھ میں شہؑ کا عمامہء پرخوں
حسینؑ بھائی کو ہم کربلا میں چھوڑ آئے

اور ایک ہاتھ میں حضرت کا جامہء گلگوں
علیؑ کے لعل کو دشتِ بلا میں چھوڑ آئے

زباں پہ مرثیہ جس کا یہ جانگزا مضموں
یتیمِ فاطمہؑ کو نینوا میں چھوڑ آئے

تمہارے چاند کو ہم خاکِ شفا میں چھوڑ آئے

یزید نے ہمیں لوٹا دہائی ہے نانا
یہ بعد قتل عجب تفرقہ پڑا نانا

بہن شہید کی پرسے کو آئی ہے نانا
گڑا بدن کہیں اور سر کہیں گڑا نانا

ہوئی حسینؑ کے مرنے سے در بہ در زینبؑ
یہ کہکے قبر پہ رکھدی وہ خوں بھری پوشاک

گئی یزید کی مجلس میں ننگے سر زینبؑ
کفن میں ہوگئے بے چین سیدِ لولاک

کئی مہینے رہی قید نوحہ گر زینبؑ
ضریح ہلنے لگی تھر تھرائی تربتِ پاک

یہ سخت جاں تھی کہ جیتی پھری ادہر زینبؑ
زمیں لرز گئی جنبش میں آگئے افلاک

ورم ہے شانوں پہ دکھتے ہیں استخواں نانا
نبیؐ کے رونے آواز صاف آتی تھی

یہ میرے بازو پہ رسی کے ہیں نشاں نانا
صدائے سینہ زنی آسماں پہ جاتی تھی

بپا تھا یاں تو ابھی ماتمِ شہِ ابرار
لکھا ھے چھوٹ کے یثرب میں جب حرم آئے

کہ اک قیامتِ کبرٰی عیاں ہوئی اکبار
سروں کو پیٹتے باصد غم و الم آئے

سنبھالے فاطمہ صغراؑ کو عورتیں دو چار
بپا تھا غل حرمِ سیدِ امم آئے

منہ اپنا پیٹتی داخل ہوئیں با حالتِ زار
بیاں یہ کرتے تھے سجادؑ روکے ہم آئے

پکارتی تھیں شہِؑ مشرقین کو مارا
تمام کنبے کو مقتل میں کھو کے آئے ہیں

یہ کیا غضب ہوا کس نے حسینؑ کو مارا
بجائے تحفے بہتر کے داغ لائے ہیں

مدینے والو ہمیں کربلا میں لوٹ لیا
غرض کہ ناقوں سے اپنے اتر چکے جو حرم

یتیم ہم ہوئے بابا ہوئے شہیدِ جفا
بچھائی بیبیوں نے گھر میں تب صفِ ماتم

ہوئے اسیرِ ستم اہلبیتؑ واویلا
کہا یہ فاطمہؑ صغرا نے کیوں نہ ہو مجھے غم

برہنہ پا مجھے تا شام لے گئے اعدا
ملی نہ آ کے سکینہؑ بھی مجھ سے ہائے ستم

جو تھمتا تھا تو جفا آشکار ہوتی تھی
پکاری بانوؑ وہ جی سے گزر گئی صغرا

کہ پشت دروں سے میری فگار ہوتی تھی
سکینہؑ شام کے زنداں میں مرگئی صغرا

لکھا ہے شوہرِ زینبؑ کمال گھبرائے
گیا جو گھر میں یہ سن کر وہ سیدِ اکرم

حضور سید سجاد نامور آئے
کہ دیکھا بھائی کو روتی ہیں زینبؑ پرغم

زبان پر یہ شکایت کے کلمے تب لائے
کہا پھپّی سے یہ سجاد نے بادیدہء نم

نثار آپ پہ میں اے حسینؑ کے جائے
تمام عمر اگر آپ روئے تو بھی ہے کم

پھپّی نے آپ کی چھوڑا میری رفاقت کو
یہ ڈر ہے آپ نے جی سے کہیں گزر جائیں

ہوا علیل نہ آئیں میری عیادت کو
خدا نخواستہ فرطِ قلق سے مرجائیں

چلیں مکان کو القصہ بنتِ شیرِ الٰہ
جب اپنے لاڈلوں کی خواب گاہ آئی نظر

ہوئیں جو داخلِ دولت سرا بہ نالہ و آہ
گری زمین پہ غش کھا کے خواہرِ سرور

مکان خالی تھا موجود تھے نہ عبد اللہ
جب آیا ہوش تو چلائی پیٹ پیٹ کے سر

وہ گھر جو دیکھا ہوا دل پہ صدمہء جانکا
کہاں ہو عون و محمد دکھاؤ شکل آ کر

وفورِ رنج و تعب سے وہ جان کھونے لگیں
پھر اجڑے گھر میں یہ تقدیر مجھ کو لائی ہے

لپٹ کے ہر در و دیوار سے وہ رونے لگیں
گلے سے لپٹو تم آ کر کہ مادر آئی ہے

یہ بین کرتی تھی اور روتی تھیں وہ سینہ فگار
زبانِ حال سے گویا ہوئے یہ عبداللہ

زمیں لرزتی تھی ظاہر تھے حشر کے آثار
ضعیفہ کون ہے تو کر ذرا مجھے آگاہ

کہ آئے شوہرِ زینبؑ وہاں بہ حالتِ زار
سبب ہے کیا جو تو کرتی ہے نالہء جانکاہ

مزاج پوچھا نہ کی بات انُ سے کچھ زنہار
نہ کر تو بدشگنی میرے گھر سے جا للہ

سہے تھے صدموں پہ صدمے جو بنتِ حیدرؑ نے
جو مبتلائے مصیبت ہے کچھ نہ پروا کر

یہ حال تھا کہ نہ پہچانا انُ کے شوہر نے
امامِ عصر ہیں سجادؑ اُن سے کہہ جا کر

یہ بات سن کے لگی رونے دخترِ زہراؑ — صدا یہ سنتے گھبرا گئے وہ نیک خصال
ہزار چاہا کسی طرح ضبط ہو نہ سکا — پکارے بنتِ علیؑ کیا ہوا تمہارا حال
پکاری سینہ و سر پیٹ کر یہ وہ دکھیا — ہوئی شناخت بھی مشکل بہ فرطِ رنج و ملال
زمانہ پھر گیا صاحب نہیں ہے تم سے گلا — دیا جواب کہ شرمندگی ہے مجھ کو کمال

یہ سچ ہے رہنے کے قابل میں یاں بھلا کب ہوں — تمہارے سینے کو داغوں سے بھر دیا میں نے
تمام کنبے کو جو روئی میں وہ زینبؑ ہوں — نثار بھائی پہ بیٹوں کو کر دیا میں نے

میں کیا کہوں کہ جو گزرے ستم میرے آگے — پکارے شوہرِ زینبؑ سنی جو یہ تقریر
ہوا رسولؐ کا ٹھنڈا علم میرے آگے — خموش بنتِ علیؑ اب یہ حال ہے تعگیر
نکل گیا علی اکبرؑ کا دم میرے آگے — تمہاری باتوں سے دل پر لگا ہے غم کا تیر
ہوا حسینؑ کا بھی سر قلم میرے آگے — کچھ اپنا بس نہیں جو مرضیء خدائے قدیر

لٹا کے آئی ہوں میں کربلا میں سب گھر کو — ہے جائے فخرِ عنایت ربِ اعلٰی پر
غرض کہ روئی ہوں اک دن میں میں بہتر کو — کہ میرے بیٹے تصدق ہوں شاہِ والا پر

مگر بتاؤ تو اے بنتِ حیدرِ کرار — جب آئے خیمے میں لاشے تو عون میں دم تھا
سپاہِ شام سے کیسے لڑے میرے دلدار — لٹا دیا تو مجھے آنکھ کھول کر دیکھا
ہوئے کچھ انُ سے رضامند سیدِ ابرار — وہ ننھے ننھے سے ہاتھوں کو جوڑ کر یہ کہا
پکاری آپکے میں انکی ہمتوں کے نثار — کہ دودھ بخش دو اماں ہمیں برائے خدا

کئے وہ حملے کہ ابتر تمام لشکر تھا — اخیر عمر ہے جاتے ہیں ہم تو دنیا سے
جو یہ علیؑ تھا لڑائی میں تو جعفرؑ تھا — وطن میں پہنچو تو کہیو سلام بابا سے

ھے کربلائیوں کا مدینے میں داخلہ

آتا ہے بے حسینؑ کے زینبؑ کا قافلہ
سب نے کہا قبول ہے اے بنتِ مرتضیٰؑ

کس حسرت وقلق کا ہے دل سے مقابلہ
قبرِ نبیؐ پہ قافلہ لوٹا ہوا چلا

یثرب کا قرب گورِ غریباں سے فاصلہ
زینبؑ نے بابِ روضہ پہ جا کر یہ دی صدا

اٹھیے لحد سے سوچکے اے فخرِ انبیاؑ
زینبؑ پکاری گھر میں نہ صورت دکھاونگی

حضرت کے لختِ دل کے عزادار آئے ہیں
میں تو نبیؐ کے روضے پہ پرسے کو جاؤنگی

نانا تیرے نواسے کے زوار آئے ہیں
لبیک کی صدا ہوئی تربت سے آشکار

میں تحفے ماریہ سے بہت ساتھ لائی ہوں
داخل ہوئے رواقِ پیمبرؐ میں سوگوار

پُر خوں لباس سیدِ خوش ذات لائی ہوں
آکر طوافِ قبر کیا سب نے ایکبار

بازو پہ نیل رسی کے ہیہات لائی ہوں
زینبؑ بلائیں لے کے پکاری کہ میں نثار

نادار تھی سفر سے یہ سوغات لائی ہوں
معمول ہے کہ گھر میں مسافر جو آتا ہے

میرے شہید بھائی کی پوشاک پاک ہے
کچھ تحفے اپنے ساتھ سفر سے وہ لاتا ہے

کچھ ابنِ بوتراب کی تربت کی خاک ہے

اک تحفہ تو شبیہ پیمبرؐ کا داغ ہے　　زینبؑ کے بعد بانوئے سلطانِ کربلا
اک ہدیہ چھ مہینے کے اصغرؑ کا داغ ہے　　اٹھ کر لحد کے گرد پھری با غم و بکا
کیا کیا دکھاؤں نزر بہتر کا داغ ہے　　لے کر بلائیں قبر کی اسطرح سے کہا
سوغات سب سے عمدہ برادر کا داغ ہے　　تسلیم اے حبیبِ خدا فخرِ انبیاؐ

ستر دوتن کو پیٹ کے اور رو کے آئی ہوں　　پھر کر سفر سے آج میں ناشاد آئی ہوں
دولت علیؑ کی ماریہ میں کھو کے آئی ہوں　　سوغات ایک ننھے مسافر کی لائی ہوں

یہ کہہ کے خوں بھرا ہوا کرتا صغیر کا　　آنکھوں سے قبرِ پاک پیمبرؐ لگا تو لو
تعویزِ قبر پاک پہ پھیلا کے رکھ دیا　　ننھی سی انگلی بہرِ زیارت اٹھا تو لو
اک بار مہرِ مادری نے جوش جو کیا　　اس صغیر سن میں جو دکھ ہیں سنا تو لو
لے کر بلائیں کرتے کی بولی بصد بکا　　نانا کو زخم تیرِ ستم کا دکھا تو لو

گستاخیاں نہیں یہ مناسب غلام کو　　بیٹھے ہو کیوں خموش متانت سے صبر سے
اصغرؑ سلام تو کرو خیرالانام کو　　پھیلا کے ہاتھ جلد لپٹ جاؤ قبر سے

کچھ تحفہ نانا جان کو تو کربلا کا دو
نانا سے کہدو ماں پھری بلوے میں بے ردا

صرہ تو کوئی نذر میں خاکِ شفا کا دو
نانا سے کہدو شہؑ کو کفن بھی نہیں ملا

پُر خوں عمامہ اکبرِ گلگوں قبا کا دو
کہدو کہ دستِ دخترِ مشکلکشا بندھا

پُرسہ چچا کا باپ کا سب اقربا کا دو
کہدو کہ لاشہ باپ کا پامال ہوگیا

قیدِ ستم کے جوروالم سہنے کو کہو
نانا سے کہدو بالی سکینہؑ بھی مرگئی

دربار میں پھوپھی کے کھڑے ہونے کو کہو
بابا کے سر پہ جان فدا اپنی کرگئی

کہدو کہ نیزہ کاری بڑے بھائی کے لگا
میں جاکے دیکھوں گی لاشِ امامِ نیک خصال

کہدو پھوپھی کے بیٹے بھی حق پر ہوئے فدا
سنا ہے خاک پہ اصغر پڑا ہے خون میں لال

تاپشتِ صدر اکبرِ گلگوں قبا چھدا
میں چھوٹے بھائی کے سلجھاؤنگی جھنڈولے بال

مقتولِ ظلم ہوگئے عباسِ باوفا
اسیر کنبے کا پوچھونگی قید میں احوال

کہدو کہ بازو ٹوٹا امامِ غیور کا
نہ جب تلک شہِ مظلوم دفن ہوئینگے

ٹھنڈا ہوا علم لبِ دریا حضور کا
ہم اپنے باپ کے لاشے پہ رن میں روئینگے

مالکِ سلطنتِ کوفہ جومختار ہوئے

ایک دن کوفے کے بازار میں یہ شور ہوا
انتقامِ شہدا لینے پہ تیار ہوئے
ہوگئی حضرتِ سجادؑ کی مقبول دعا
جتنے قاتل تھے شہِ دیں کے گرفتار ہوئے
حرملہ قید ہوا شکرِ خداوند عُلا
مومنوں سے جولڑے کوفی وہ فنار ہوئے
لائے مختار کے آگے جو اسے وہلِ وفا

اُس نے چُن چُن کے ہراک بانیءشرکو مارا
پوچھا کیوں عرشِ معلیٰ کو ہلایا ظالم
خولی و شمر و سنان اور عمر کو مارا
تیر معصوم کو کیوں تُو نے لگایا ظالم

جو ستم تُو نے کئے انکا مجھے حال سنا
ایک تو مشک کو جب لیکے علمدارؑ چلا
ہاتھوں کو جوڑ کے یہ اُس ستم آرا نے کہا
صورتِ شیر سوئے سید ابرار چلا
تیر چھ تھے میرے ترکش میں وطن سے جو چلا
کٹ گئے شانے جوتلوار کا اک وار چلا
تین تیروں نے تو کی رن میں نشانے سے خطا
مشک کو دانتوں سے پکڑے ہوئے جرار چلا

ہوں مُقر آلِ پیمبرؐ کو ستایا میں نے
میری بیداد سے بچوں نے نہ پایا پانی
تین تیروں کو نشانے پہ لگایا میں نے
تیر اک مار کے سب میں نے بہایا پانی

دوسرے تیر کا اب حال میں کرتا ہوں بیاں　　بنتِ احمدؐ کو نہ مدفن میں رلاؤ لوگو
لائے اصغرؑ کو جو میدان میں شاہِ دوجہاں　　چھوڑو غفلت کو رہِ راست پہ آؤ لوگو
اس قدر پیاس کی شدت تھی کہ اینٹھی تھی زباں　　میرے دکھتے ہوئے دل کو نہ دکھاؤ لوگو
اُسکو ہاتھوں پہ اٹھا کر کیا شہؑ نے یہ بیاں　　پانی تھوڑا سا تم اصغرؑ کو پلاؤ لوگو

تم کو خوفِ غضبِ خالقِ قہار نہیں　　پیاسا سب کنبے کے ہمراہ یہ معصوم بھی ہے
میں خطا کار ہوں بچہ تو خطا وار نہیں　　یہ مسافر بھی ہے سید بھی ہے مظلوم بھی ہے

متوجہ نہ ہوا کوئی میانِ لشکر　　جب بنِ سعد نے لشکر میں طلاطم دیکھا
تب کہا شاہؑ نے اصغرؑ سے یہ بادیدہء تر　　آیا گھبرایا ہوا پاس میرے اور یہ کہا
مجھکو دیتا نہیں پانی کوئی اے نورِ نظر　　جلد کر کام تمام اس کا نہ کر دیر ذرا
گو ہو کمسن پہ ہو تم حجتِ خالق کے پسر　　میں نے اک تیر سہ پہلو جو اُدھر کو پھینکا

پیاس کا اپنی یقیں ان کو دلادو اصغرؑ　　میرے اک تیر نے دونوں کو برابر توڑا
تم بھی ننھی سی زباں اپنی دکھادو اصغرؑ　　بازوئے شاہؑ گلوئے علی اصغرؑ توڑا

جب گلوئے علی اصغرؑ پہ پڑا میرا تیر
تیسرا تیر جو تھا اُس کا سن اب حال امیر

منقلب شاہؑ کے ہاتھوں پہ وہ تڑپا بے شیر
جب زمیں پر گرے گھوڑے سے جنابِ شبیرؑ

دیکھ کر چرخ کو کس یاس سے روئے شبیرؑ
کھینچ کر خنجرِ بیداد بڑھا شمرِ شریر

اور رو کر کہا حضرت نے کہ اے ربِ قدیر
نکلی اُس وقت درِ خیمہ سے شہؑ کی ہمشیر

نوجوانوں کا تو فدیہ ہوا اکبرؑ میرا
رو کے کہتی تھی کہ وہ حق کا فدائی ہے کہاں

شیعوں کے بچوں پہ قرباں ہوا اصغرؑ میرا
کوئی للہ بتادے میرا بھائی ہے کہاں

دور سے حال یہ سب دیکھ رہا تھا جو عمر
تیر یہ شانۂ زینبؑ پہ پڑا ہائے غضب

شمر کو رحم نہ آجائے ہوا اُس کو یہ ڈر
منہ کے بل گر پڑی وہ دخترِ سلطانِ عرب

پاس تھا میں تو یہ کہنے لگا وہ خیرہ سر
اور چلائی کہ بر آیا نہ میرا مطلب

کسی تدبیر سے اب روک اُسے دیر نہ کر
بھائی اب آ نہیں سکتی ہے وہاں تک زینبؑ

سن کے یہ تیر کو چلے سے ملایا میں نے
کس طرح آپ تلک آئے ہے دور بہن

اور سوئے زینبِ دلگیر چلایا میں نے
کس طرح تم کو بچائے کہ ہے مجبور بہن

سنا مدینے میں ایک دن کہ قاصد آیا ہے

خبر مسافرِ خیر النساء کی لایا ہے
خدا نے آج یہ دن عید کا دکھایا ہے
کہ مژدہ آمدِ قاصد کا آج آیا ہے

لکھا ہے قاصدِ غمگیں میانِ مسجد تھا
کہ آئیں حضرتِ ام البنین بھی اُس جا
کہا بتا مجھے اے قاصدِ حسینؑ بتا
برہنہ سر تھا گلے میں تھی ایک شالِ عزا

سفر سے فاطمہ کا نورِ عین بھی آئے
خبر تو آئی الٰہی حسینؑ بھی آئے

حسین خیر سے ہے اور اقربائے حسینؑ
سر اپنا پیٹ کہ اس نے کہا کہ ہائے حسینؑ

سر اپنا پیٹ کہ وہ نامہ بر یہ چلایا
حسینؑ نے تو کفن بھی ابھی نہیں پایا
رسول زادیوں پہ سخت حادثہ آیا
برہنہ سر ہیں اٹھا جب سے شاہ کا سایہ

یہ سن کے گھر کو چلی خاک اڑاتی وہ دکھیا
سر اپنا پیٹتا قاصد بھی ساتھ ساتھ چلا
یہاں مریضہ کی آنکھیں تھیں سوئے مسجد وا
کہ ناگہاں یہ سنا شور اُس نے واویلا

گلے میں طوق ہے عابد کے شدتِ تپ میں
ہیں زخم نیزوں کی نوکوں کے پشتِ زینبؑ میں

خبر حسینؑ کے مرنے کی آج آئی ہے
دہائی ہے شہِ لولاک کی دہائی ہے

پکاری فاطمہ صغرا بتاؤ دادی جاں
قریب آن کے قاصد نے جب کہی یہ بات

ہیں خیر سے میرے پردیسی باپ اور میری ماں
تمام کنبہ تیرا قتل ہوگیا ہے ہات

وہ بولیں خیر کہاں گھر کا گھر ہوا ویراں
تیرے لئے تیری مادر تڑپتی ہے دن رات

سفر میں مٹ گیا بالکل علیؑ کا نام و نشاں
بندھے ہیں عابدِ بیمار کے رسن سے ہاتھ

تُو چھوٹی باپ سے اور میں پسر سے چھوٹ گئی
یہ خاکِ مقتلِ شاہِ شہیداں لایا ہوں

ہماری اور تیری آس آج ٹوٹ گئی
میں قید میں تیرے کنبے کو چھوڑ آیا ہوں

میں کربلا سے مدینے کو جب کہ چلنے لگا
یہ سن کے اور بھی وحشت ہوئی جو اسکو سوا

تو قیدیوں میں سے ایک لڑکی نے یہ روکہ کہا
سر اپنا پیٹتی باہر کو چلدی ننگے پا

بہن سے کہیو کہ زخمی ہوا ہے کان میرا
لپٹ کے دادی پکاری کدہر کدہر صغرا

جو تم سے ہوسکے کچھ بھیج دو دوا بہنا
وہ روکہ بولی میں جاتی ہوں سوئے کرب و بلا

مریضہ بولی وہ میری بہن سکینہؑ ہے
نہ روکو صاحبو جنگل میں خاک اڑانے دو

اسی کی باتوں کا واللہ یہ قرینہ ہے
پدر کی لاش پہ جاتی ہوں مجھ کو جانے دو

میں جا کے دیکھوں گی لاشِ امامِ نیک خصال
سنا ہے خاک پہ اصغر پڑا ہے خون میں لال
میں چھوٹے بھائی کے سلجھاؤنگی جھنڈولے بال
اسیر کنبے کا پوچھونگی قید میں احوال

نہ جب تلک شہِ مظلوم دفن ہوئینگے
ہم اپنے باپ کے لاشے پہ رن میں روئینگے